

# صداۓ ناتمام

(مجموعہ کلام)

مسیحا یسوع میں چاروں طرف بیمار بیٹھے ہیں  
تعجب ہے لیے سب ایک ہی آزار بیٹھے ہیں

آر۔ بانو (رحیم بانو)

## جملہ حقوق بہ حق مصنفہ محفوظ ہیں

تاریخ و سن اشاعت	: ۱۵ اگست ۱۹۶۰ء
تعداد صفحات	: ۱۲۶
تعداد اشاعت	: ۵۰۰
قیمت	: ۸۰ روپے
کتابیت	: سید انور احمد
طباعت	: اعجاز پرنٹنگ پریس چھپنے بازار حیدر آباد
ناشر	: آر۔ بانو

## میلنے کہ پتہ

مصطفیٰ خان

• مصنفہ - آر بانو معرفت غلام مرتضیٰ ۱۲/۸/۳۷-۲-۱۲ مراد نگر مہدی شہنم حیدر آباد  
• حسامی بک ڈپو - چار کمان - پتھر گئی حیدر آباد ۵۰۰۰۰۲



آر۔ بانو  
رحیم بانو

# انتساب

اپنے شفیق ماموں  
جناب لطیف خاں وکیل مہتمم  
کے نام

آکر۔ بالآخر

## تَرْتِیب و تَزْیِین

۸	عابدہ محبوب	محفلِ خواہنیں کی میر
۱۳	عزیز وقار	شمعِ نور
۲۵	سیدہ ہیر	بالو آیا
۳۲	سیدہ ہیر	متاعِ جوہرِ نایاب (نظم)
۳۴	صلاح الدین نیئر	دکن کی مایہ ناز کہنہ مشق شاعرہ
۳۹	آر۔ بالو	اظہارِ تشکر
۴۰		مذہبی شاعری
		<u>غزلیں</u>
۴۴		اس کا لگاؤ دہر کا جہان کون ہے
۴۵		اک نورِ بے مثال کی تنویر مل گئی
۴۶		دُور دنیا کے ہوں درد و غم
۴۷		درد مندوں کا جہاں میں آسرا کوئی نہیں
۴۸		غم کے بادل آہ کی پیر وائیاں
۴۹		جذیبہ دل مرا آج کام آ گیا
۵۰		بندگی ہی بندگی ہے زندگی
۵۱		یادِ طیبہ دل کو گر مانی رہی

- ۵۲ مسیحاؑ میں چاروں طرف بیمار سیٹھے ہیں
- ۵۳ میرے چہرہ پہ گو نقاب نہیں
- ۵۴ ان کی دنیا اک نشاۃ عشرتِ پیہم کا نام
- ۵۵ غزل میں کیا لکھوں اے دوست شاداب و تر و تازہ
- ۵۶ قناعت ہی مری کچھ کم نہیں ہے
- ۵۷ ہم ان کے جور و ستم بھی خوشی سے سہتے ہیں
- ۵۸ تصورِ صنوفِ شاں ہے اور میں ہوں
- ۵۹ عشق کی بے خوری نہیں جلتی
- ۶۰ کبھی کبھی عنایت کبھی کبھی کا کرم
- ۶۱ زندگی وقفِ غم و آلام ہے
- ۶۲ دے دیا زندگی کو سوز و گداز
- ۶۳ زندگی وقفِ غم ہو گئی
- ۶۴ عہدِ ماضی کہاں ہے حال کہاں
- ۶۵ حسین چاہا تھا زندگی میں بہت
- ۶۶ قیدِ حیات سے تو ممکن نہیں جدائی
- ۶۷ دلِ ناداں کو سمجھایا بہت ہے
- ۶۸ شعورِ غم جو ملا ہم کو آگہی کی طرح
- ۶۹ اپنا وعدہ وفا کیسے
- ۷۰ محنت میں مروتِ مخلق و احباب
- ۷۱ دم سے ننھو علم و عمل کے کل یہاں

۷۳ اچھی اچھی صورتوں کے واسطے  
 ۷۴ اچھے اُن سے کیا ہے شکوہ مجھے اُن سے کیا لڑائی  
 ۷۵ کون چہن بھی غنقا ہی سلگے ہے مجھے  
 ۷۶ ہاں کا پتلا ہے تخیل بشر کچھ بھی نہیں  
 ۷۷ حسن اخلاق آدمی کی شناخت  
 ۷۸ آپ یکس جور کے عادی ہے نا

نظمیں

۹۱	صغرا ماہر	۷۸	عظمت عبد القیوم
۹۳	عابدہ محبوب	۸۰	مہنیزہ بانو کاوسی
۹۴	سلطانہ شرف الدین	۸۱	نایاب سلطانی
۹۶	فاطمہ تاج	۸۲	روڈا مستری
۹۸	عزیزہ النساء صبا	۸۳	قروۃ العین حیدر
۹۸	سیدہ مہر	۸۳	ناز حیدر
۹۸	قمر جمالی	۸۴	قادی بیگم
۹۹	قمر جمالی	۸۵	حبیبہ بانو
۱۰۰	الطہری فضاء	۸۶	عزیزہ النساء صبا
۱۰۱	شہامانہ شہوت	۸۷	سیدہ مہر
۱۰۲	عزیزہ محبوب	۸۸	سیدہ مہر
۱۰۳	عزیزہ محبوب	۹۰	منظفہ النساء ناز

- ۱۰۳ افضل غنائت خاتون
- ۱۰۴ خوانین دکن
- ۱۰۶ بنام بہانِ دلِ شان
- ۱۰۷ حالاتِ حاضرہ
- ۱۰۸ نہیں دیکھی جاتی
- ۱۱۰ لطیف الدین قادری
- ۱۱۱ بھائی محمود علی خان
- ۱۱۲ ڈاکٹر سدھیر ناتھ
- ۱۱۳ وقار بھائی
- ۱۱۴ لقمان کی نصیحتیں بیٹے کے نام
- ۱۱۵ ایک دوست کا خط لکھنے پر
- ۱۱۶ دیباولی
- ۱۱۷ پالتو بلی شانتی کی موت پر
- ۱۱۹ ستغفات
- ۱۲۶



# محفلِ خواتین کی میر

حافظ "سعدی اور غالب کی چلتی پھرتی شرح کو، قارئین،  
 آر۔ بانو کے نام سے جانتے ہیں اور میں رحیم بانو کے نام سے اُس  
 وقت سے جانتی ہوں جب میں گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول حسنی علم  
 میں آٹھویں جماعت کی طالبہ تھی اور رحیم آیا اُس اسکول آؤڈو اور  
 حساب کے مضامین پڑھایا کرتی تھیں۔ لی۔ ایڈ کر نے کے بعد میرا تقرر  
 منہاج الشرقیہ ہائی اسکول (موجودہ ڈر شہوار گرلز ہائی اسکول)  
 پر ہوا تو آپا بھی وہاں ٹیچر تھیں بعد میں پتہ چلا کہ بارہ سال کی عمر میں  
 وہ ٹیچر بن گئی تھیں۔ سرکاری ملازمت کی میعاد پچیس سال مکمل  
 ہونے پر وہ وظیفہ پرسبکدوش ہو گئیں تھیں مگر عمر کے پچیس سال  
 ہونے کے لئے ابھی کئی سال باقی تھے چنانچہ اُس خانگی اسکول کے  
 انتظامیہ نے ان کی علمیت اور خدمات سے مستفید ہونے کے لئے  
 دوبارہ ان کا تقرر کیا تھا۔

رحیم آپا کا گھر میرے گھر سے قریب تھا اس لئے ہم رات کے

ایک ہی رکشائیں "ہم رکاب وہم نشین" بن گئے۔ اگر یہ ہم نشینی نہ ملتی تو میں رحیم آپا کی علمیت، خلوص، شفقت، ہمدردی اور پیار بھری ڈانٹ سے محروم ہو جاتی۔

پریم چند نے اپنی کہانی "پنچایت" میں لکھا ہے کہ دوستی کے لئے ہم پیالہ یا ہم لٹا لہ میوے سے زیادہ ہم خیال ہونا ضروری ہے میں اس میں تھوڑا اضافہ یوں کروں گی کہ دوستی کے لئے ہم عمر ہونا بھی ضروری نہیں ہے ہم ذوق ہونا ہی کافی ہوتا ہے اسی ہم خیالی اور ہم ذوقی نے ہم کو "پکا دوست" بنا دیا۔ چونکہ اسکول کا راستہ گھر سے تقریباً بیس منٹ کا تھا اس لئے رکشائیں آنے جاتے ادبی محفل جیتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رحیم آپا کے "ادبی اسرار" آہستہ آہستہ مجھ پر ظاہر ہونے لگے۔ فارسی اور عربی پر عبور حاصل تھا اور اردو تو ان کے گھر کی زبان تھی۔ ان دنوں بھی وہ مضامین لکھا کرتی تھیں اور شاعری سے نو فطری لکھاؤ تھا آپا کے ساتھ میری یہ ہم نشینی مجھے "محفل میں ٹاٹ کا پیوند" لگی "نئی مگر وہ ہمیشہ میری ہمت افزائی کرتی اور کہتی۔

"خوب گوارے گدکش ہیں، جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو" وقت گزرتا رہا۔ مجھے سرکاری ملازمت مل گئی تو میں نے اس خانگی اسکول کو استعفیٰ دے دیا۔ مگر دو دیوانوں کی دیوانگی بذریعہ خط و کتابت آج بھی قائم ہے اکثر فون پر بھی بات ہوتی رہتی ہے۔

۱۹۷۸ء میں محترمہ بالنوطا ہرہ سعید سے ملاقات ہوئی تو اپنوں نے مجھے محفل خوانین کی نمبر دینے اور شرکت کرنے کی ترغیب دی۔ چار ماہ شرکت کرنے کے بعد میں نے سوچا "ہم تو ڈوبے ہیں صنم" تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔ میں نے رحیم آپا کو بھی محفل خوانین کی نمبر بنا دیا۔ دو سال تک ہم دونوں پابندی سے شرکت کرتے رہے۔ اس کے بعد ملازمت کے سلسلے میں دور دراز اسکولوں پر تیار لے اور ذمہ داریوں کے سبب میں "محفل خوانین" سے ایک عرصے تک غائب رہی مگر رحیم آپا پابندی سے شرکت کرتی رہیں۔ ان کے کلام سے محفل خوانین کو ان کی عظمت اور عظمت کا اندازہ ہونے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ رحیم آپا نے اپنی فطری سادگی، انکساری، خلوص، اخلاق اور شفقت جیسی صفات سے محفل خوانین کی بیشتر خوانین کے دلوں میں عزت و وقار کے ساتھ اپنی جگہ بنالی۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ صاحب کمال اور دانشور ان فکر و فن زمانے کی بے اعتنائی کا شکار ہو جاتے ہیں جب بیدار ہوتے ہیں تو بہت دبیر ہو چکی ہوتی ہے گو عمر کے آخری دنوں میں نہ ستائش کی تمنائے صلہ کی پرواہ ہوتی ہے مگر قدر شناسی سے دل کو کچھ ایسی نسل ہوتی ہے کہ جسم میں کچھ آربی کسی بڑھ جاتے ہیں۔

مجھے یہ لکھنے ہوئے دلی مسرت ہے کہ "محفل خوانین نے رحیم آپا کا تہنیتی جلسہ تباریخ سہاراگست ۱۹۹۵ء کو منعقد کر کے اپنے

خلوص و عقیدت کا اظہار کیا۔ ان کی قدرو منزلت پہچانی۔ خصوصاً  
محترم سلطان مشرف الدین، عزیز النساء صبا، مظفر النساء ناز اور  
فاطمہ تاج لائق ستائش تھی ہیں اور مبارکباد کے مستحق بھی جن کی کوششوں  
سے یہ تقریب ہوئی اور بقول رحیم آپا "محفل خواتین نے کجی ہوئی  
چراغ سحری کی لاج رکھ لی۔"

۱۹۹۸ء سے میری کوشش تھی کہ رحیم آپا کا کلام چھپ جائے  
مگر وہ ہمیشہ یہ کہہ کر ٹالتی رہیں کہ "میرا بیشتر کلام خانہ بدوشی  
میں تلف ہو گیا ہے اب غزلیات کہاں ہیں بس فنو لیاات ہیں"  
آخر میں نے جناب صلاح الدین نیر صاحب سے مشورہ کیا۔ موصوف  
نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود اس کام میں دلچسپی لی اور  
یہ فحلت پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ذمہ داری بھی لے لی۔ اس کے  
لئے میں موصوف کی بے حد شکر ہوں۔

رحیم آپا نے تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ جیسے حمد  
نعت، غزل، نظم، رباعی، قطعو، مثنوی وغیرہ۔ غزلیات اور نظموں  
میں اکثر اشعار مذہبی تعلیمات و ہدایات سے بھرپور ہیں۔ وہ ہر مسلمان  
کو مومن کے روپ میں دیکھنے کی آرزو مند ہیں نظموں میں سیاسی قائدین کی  
بے حسی، ان کی کوتاہیاں، وعدہ خلافیاں، خود غرضی اور مکاریوں پر  
بھرپور چوٹیں ہیں تہنیتی نظموں "محفل خواتین" کی خاتون شعراء کے  
مجموعہ کلام کی رسم اجراء پر ہیں۔ اردو کی مشہور ادیبہ جیلانی بانو صاحبہ

اور مشہور سماجی کارکن محترمہ روڈامسٹری کو بھی اپنے کلام کے ذریعہ خراج تحسین پیش کیا ہے۔

امید ہے کہ یہ مجموعہ کلام، شاعری کا ذوق رکھنے والے قارئین میں لائق تحسین و مقبول ہوگا۔

آخر میں صرف اتنا عرض کر رہی ہوں کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اگر مجھ سے پوچھے گا کہ ”اردو زبان کی تم نے کیا خدمت کی؟ تو میں اپنی نااہلیت کا اعتراف کر لوں گی مگر اپنی نجات کے لئے ایک بات ضرور اللہ تعالیٰ کے گوش گزار کروں گی کہ ”واقعی میں نے اردو زبان کی کوئی خدمت نہیں کی۔ بس ایک کام یہ کیا کہ آر۔ بانو کو محفلِ خواتین میں پہنچا آئی ہوں۔

کچھ دن پہلے رحیم آیا سے ان کے گھر (موتی دروازہ قلعہ گوکینڈہ کے قریب) پر ملاقات ہوئی تھی۔ تقریباً ان کی ننانوے فی صد گفتگو سلیمان آر۔ مرحوم کے اس شعری عکاسی کرتی تھیں کہ

گزر رہا ہوں، مسلسل کچھ ایسے عالم سے

جہاتِ دے کے مجھے جیسے کوئی بھول گیا

میں اور ”محفلِ خواتین“ کی تمام اراکین دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ

انہیں صحت و عافیت کے ساتھ سنبھری، ناٹ آؤٹ رکھے۔ آمین!

عابد لا محبوب

(محترمہ آر۔ بانو کھٹہنبی جلسہ جو ۳ اگست ۱۹۹۵ء کو محفلِ خواتین

کے زیرِ اہتمام ہوا تھا۔ پڑھا گیا)

## شمع منور

کتنا مبارک نام ہے لیسین بانوجن کی زندگی کے سانھی بھی انڈ کے  
پیارے ہی تھے۔ اللہ یار خان نامی۔ ان دونوں نے مل جل کر بس  
ایک ننھی کلی کو جنم دیا۔

گھر میں علم کا شوق تو ادب کا ذوق۔ ایسی آغوش کیا کچھ  
روشنی بچا اور نہیں کر سکتی تھی لیکن یہ صاحب تو اللہ کے دوست تھے  
عبید جوانی یعنی چھپس ستائیس سال کی عمر میں اللہ کی رحمت سے  
جاملے اور وہ مبارک خاتون عالم شایب میں اپنی ننھی کلی کے ساتھ  
رہ گئیں جو ابھی صرف دیرھ سال کی عمر پائی تھی۔ اُن خاتون کے  
خود ماں باپ تھے نہ ساس نہ سسر نہ کوئی اور نسلی دینے والے۔  
صرف ایک بھائی تھے سمجھدار و باہمت۔ اہنول نے ہی کفالت  
کی اور کیا لا جواب بات کہی۔ ”لینے! گھبراؤ نہیں میں تنھاری  
اس ننھی سی بیٹی کو اٹھا، اللہ بٹیا بنا دوں گا۔“ اُس مرد صادق نے  
اللہ رحیم و کریم کی مدد سے اس کلی کو ریسیم بانو ہی رکھا لیکن زندگی

کے میدان میں مرد مجاہد بنادیا اور جو کہا وہ کر دکھایا۔ وہ خود دانا و  
 فریس تھے اس لئے اس ننھی کلی کے اٹکو ٹھا جو سنے اور پاؤں  
 پاؤں چلنے کی عمر سے ہی بوند بوند علم و دانش اس کے سینے میں  
 اتارنا شروع کیا۔

پانچ برس کا سن وہ گھر سے قدم نکالیں تو مدرسہ پہنچیں اور  
 باقاعدہ درس کی ابتداء ہوئی۔ درس کے ساتھ ساتھ اس کی عمر سے ہی  
 خراست کا اور ہوشیاری کا آغاز ہوا۔ وہ سمجھا کرتا جو فطرت میں رچی  
 بسی تھی وہ سنورنے سمجھنے لگی۔ مغربی علوم سے زیادہ مشرقی علوم نے ان میں  
 نکھار پیدا کیا۔ پیرائٹری حلیم سال بہ سال ختم کیں اور ختم کرتے ہی ماموں  
 جان کی ہدایت کے مطابق جونیئر ٹیچرز ٹریننگ کرنے گئیں۔ دوران ٹریننگ  
 جب انسپکٹریں آجائیں تو پہلے پوچھتیں ”وہ ٹریننگ کا BABY  
 کہاں ہے؟“ اور BABY اس وقت اپنے کسی نہ کسی کام میں مصروف  
 نظر آیا کرتی۔

بیسویں صدی کا پہلا دہا ختم ہو کر دوسرا دہا شروع ہوا تھا  
 اپنی دنوں ننھی کلی نے اس دنیا میں آنکھیں کھولی تھیں اور سورج کی  
 کرنیں اور چاند کی چاندنی دیکھی تھی اور جیسے جیسے زمین اپنی گردش  
 کے ماہ و سال مکمل کرتی گئی یہ وجود جس کو ابھی آنکھ مجھولی کھینا تھا اور  
 گریبا کی شادی رچا نہ تھا اپنی منت نہی کتابوں سے ارشہ جوڑنا شروع  
 کیا۔ باپ کے سانس سے محروم رہنے کا وجود، ماں کی آغوش اور شفیق

مایوں کی توجہ کے ساتھ قدم بہ قدم، منزل بہ منزل آگے بڑھنے لگا۔  
 نازک و دہل پتلا سراپا، اونچا قد، گورا رنگ، ستوان ناک، نازک  
 سے لب اور دو بہز جرائعوں سے عیاں ہوتی۔ محبت یہیں سے جھلکتی،  
 رعباہی سے ظاہر ہوتا۔ ابھی تو عمر ہی کم تھی جب زندگی کے میدان میں  
 آئیں تنہا آنکھوں کے چراغوں سے بہت سارے کام لئے گئے۔  
 بارہ برس کا سن ان کی زندگی میں بے ہدایم رہا۔ کبھی دلربا کہانی  
 سے اس کم سنی کی۔ عمر کی بارھویں منزل میں انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم کے  
 ساتھ ابتدائی ٹیچر ٹریننگ مکمل کی اور اس تکمیل کے ساتھ یہ بارہ برس  
 کی نازک اندام لڑکی اسکول ٹیچر بنی۔ اسی دوران یہ کلی بھول بنی۔ اسی عمر  
 میں اس کی شادی ہوئی۔ ولی محمد خان نے اپنی بہت عم پر اپنے حق کو استعمال  
 کیا اور یہ اپنی اماں اور ماحوں کے سایہ عاطفت سے اٹھ کر ولی محمد خان  
 کے باغ زندگی میں سجادی گئی۔ اسی بارہ برس کی عمر میں ان کے ادبی ذوق کا  
 اظہار ہوا اور ان کی شاعرانہ ذہنیت بیدار ہونے لگی۔ منجھ اور شادی کے  
 شادیانوں میں گائی گئی غزلیات کو انھوں نے نہ صرف اشتیاق سے سنا  
 بلکہ گھونگھٹ کی آدٹ میں ان غزلیات کو کاغذ کے پیرزوں پر لکھ کر لینگ  
 کی رنگین نواڑ میں چھپا دیا اور ان پیرزوں کے مطالعے سے اپنے ذوق شعر  
 کی تسکین کی۔

نئے گھر میں سب کچھ نیا تھا۔ رہنا سہنا، طور طریقہ پھر نئی نئی گھریلو  
 ذمہ داریاں لیکن ندیس کا کام تو وہ ساتھ لے کر آئی تھیں وہ جاری رہا۔



مصرفیات جو کچھ بھی ہوں اُن سے نمٹنا اور پھر تباہ ہو کر کاچگیوڑہ اسکول  
 کی راہ لینا۔ برسہا برس تک قائم رہا۔ شعر و ادب کا شوق ان کی اماں  
 کے قول کے مطابق انہیں اپنے والد سے ورثے میں ملا تھا لیکن ان کے  
 روز روز کے مطالعے نے اس کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اس زمانے میں  
 ادبیاتِ عالیہ میں شیخ صالح الدین سعدی کی گلستان اور بوستان  
 میزِ حسنِ نحیم کا سیرِ گنجے جاتے تھے لہذا یہ بھی پڑھیں اور اس طرح پڑھیں  
 کہ گلستان کی ہر داستان، ہر واقعہ، ہر کہانی اور بوستان کا ہر شعر  
 نوکِ زبان پر۔ دورانِ تدریس یہ اپنے شاگردوں کو یہ کہانیاں ایسے  
 دلنشین انداز میں سناتیں جس سے ان کو اخلاقی درس بھی ملتے رہیں اور  
 ذہن کے لئے فکر کے کئی راستے بھی کھلتے جائیں۔ پھر ان کہانیوں کے ساتھ  
 حافظ شیرازی کے اشعار کی پاشنی ہوتی۔ وہ تو تھے ہی "لسان الغیب"  
 جن کی زبان سے ایسے نکات کا اظہار ہوتا جو صرف کسی صاحبِ فکر کا حصہ  
 ہو اس طرح حافظ کے علم و عرفان کو یہ تو خود جذب کرتی ہی تھیں اور  
 ساتھ میں اپنے طالب علموں کے ذہن نشین کرنے کی کوشش میں بھی رہا  
 کرتیں۔ فارسی زبان کے درس کسی نے انہیں مسل دیئے نہیں محض زبان  
 دوم کی حیثیت سے یہ خود پڑھی تھیں لیکن اپنے شوق اور دلچسپی کی بناء پر  
 اس طرح سیکھا اور سیرتا جیسے یہ انکی مادری زبان ہو اور اسی سبب ساری  
 سروس کے دوران ان سے اردو اور فارسی کی ہی تدریس کروائی گئی۔ اگرچہ  
 موقع کے لحاظ سے یہ کبھی ریاضی بھی پڑھاتیں۔ اپنے مطالعے کے ساتھ ساتھ

یہ اردو ادب کی پرستار بنتی گئیں۔ ان کے اردو ادب کے مطالعے کا سفر منشی  
 پریم چند کی کہانیوں سے شروع ہو کر کرشن چندر کے افسانوں تک پہنچا  
 پھر عبد الحلیم شرر کی ناولوں اور تیار فتحپوری کی عالمانہ تصانیف تک  
 رسائی ہوئی۔ خواجہ احمد عباس، حجاب امتیاز علی، راجندر سنگھ بیدی سے لے  
 کر جیلانی بانو کو زیر مطالعہ رکھا۔ ان کے مطالعہ کا وقت عموماً وہ ہوتا ہے  
 جبکہ یہ ہر صبح اسکول کے لئے روانہ ہوتی اور اس سفر کی تکمیل کے لئے پورا  
 ایک گھنٹہ درکار ہوتا اور سب کو غنیمت جان کر یہ اپنے مطالعے کے شوق کو  
 پورا کرتیں۔ شعر و ادب کے مطالعے سے اس نو عمر طالبہ یا ٹیچر میں وقت سے  
 بہت پہلے ذہن میں پختگی، شعور میں سمجھدگی اور حافظے میں مضبوطی ایسی  
 آنے لگی جیسے کوئی آبشار کسی اونچی پہاڑی سے جل رہا تھا، ٹھنڈک پہنچانا  
 اور نور پھیلاتا جا رہا ہو اور درمیان میں آنے والا ہر خطہ زمین اور ہر  
 متلاشی انسان اس سے سیراب ہو رہا ہو۔

ان کے ولی و نگہبان اور شوہر میر بان ولی محمد خان ایک پڑھے  
 لکھے کھلاڑی تھے نامور فٹبال کھلاڑی۔ لیکن انہوں نے زندگی کو کھیل ہی  
 سمجھا۔ کھیل ہمیشہ ان کے منظر نظر رہا اور شریک زندگی کے وہ شریکِ علم و ادب  
 نہ بن سکے۔ ان کی زندگی وفانہ کی اور وہ شریکِ زندگی کو شریکِ غم و اندوہ  
 کر گئے۔ اب یہ نو عمر معلمہ تن تنہا اپنی زندگی کی ناؤ کھیتی رہی اور علم سے  
 اپنا رشتہ جوڑے رکھیں۔ مطالعے سے جو بھی علم حاصل ہوتا اس کو اپنے  
 طالب علموں میں دے دیا دلی سے بانٹ دیتیں۔ ملنے ملانے والوں سے علم و ادب

بہ شعر و شاعری پر سیر حاصل تبصرے ہوتے۔ نثر سے زیادہ ان کی دہلیپی  
نظم اور شعر سے رہی جس کے لئے انہوں نے مشہور شعراء کے دیوان کھنگال  
ڈالے۔ غالب کے سینکڑوں اشعار نوک زبان میں تھے۔ نہ میر کو جھوٹا  
نہ اقبال کو چھوڑا۔ اقبال کے کلام کے لئے تو وہ شاعری جزو دست از  
پیشگیری کی قائل تھیں اور خود موصوفہ کے بارے میں عام خیال ہوتا کہ ندریں  
جزو دست از غلامی۔ وہ اپنے دور کے بھی مؤلفین اور مصنفین کو  
پرٹھ ڈالیں اور دورانِ ندریں بر موقع واقعات، مقولے، محاورے سمجھائے  
جانتے اور اشعار کا کیا ذکر وہ تو اس طرح بر موقع سنا تیں کہ گویا شاعر نے  
اسی موقع کے لئے وہ شعر کہا ہو۔ سینکڑوں اچھے اشعار حافظے میں پوری  
صحت کے ساتھ محفوظ بلکہ ایک ہی موضوع پر، ایک ہی مفہوم کے اشعار  
مختلف شعراء کے سنادیں گی۔ ہر شاعر ہر مقام پر ہر ایک جگہ ہر  
ریڈیو پر ہر ایک محفل میں یہودیہ ہر دشواری کو پار کر کے اس محفل  
میں پہنچ جائیں گی پھر کسی صاحبِ ذوق دوست کو بھی ساتھ رکھیں گی۔  
تاکہ شعر سننے کا پورا لطف آئے۔ ساتھ میں نوٹ بک اور قلم بھی رکھیں گی  
تاکہ اچھے اشعار نوٹ کر لیں۔ فارسی اور اردو زبان پر تو ان کی حکمرانی تھی  
ہی عربی زبان پر بھی دین کے ذریعے سے ان کی رسائی ہو گئی۔ اشرف علی  
تھانوی صاحب کی تصانیف سے لے کر مولانا مودودی کی تفہیم القرآن کو  
اب رزمزم کی طرح خلق سے اتار لیں اور عربی زبان و بیان کی نزاکتوں اور  
ترکیبوں پر ایسی توجہ دیں کہ کتنوں کو اپنے پیچھے چھوڑ دیں۔ کوئی لمحہ بھر کو

یہ سوچیں گا کہ ایسی کم عمر لڑکی ٹیچر بن کر کیا رعب رکھتی ہوں گی لیکن یہ تم  
 قابل غور بات ہے کہ علم حاصل کرنے کے ساتھ جب علم عطا کرنے کا وقت  
 آیا تو یہ اپنے تین من و دھن سے اس طرف لگ گئیں تب یہ آنکھوں سے  
 چراغ اور زیادہ روشن ہو گئے۔ اپنے ہر جذبے کا اظہار اپنی سے کر سکی۔ زبان  
 خاموش لیکن انکی آنکھیں غصہ سے، خفگی ہو یا ناراضگی ہو یا پھر محبت  
 پنجاور کر بیگی تو اپنی دو آہٹ اروں سے یہ نہ صرف خوبصورت شعور اور  
 اچھے مضامین کی ولدادہ رہیں گی بلکہ اچھے ذہن اور اچھی صورت کی شاگردوں  
 پر بھی محبت بھری نظریں ڈالیں گی۔ سچ تو یہ ہے کہ جن کی نگاہوں میں خود کو  
 ہوا ان کو بھی کچھ حسین چاہیے۔ دورانِ تدریس کسی کو پڑھائی یا لکھائی میں  
 غلطیاں کرتے پائیں اور ان کی نگاہیں اٹھ گئیں اور وہ سمجھ ہو کر رہ گیا  
 پھر نظریں ملانے کی ہمت نہ رہے۔ نہایت صاف اور بلند آواز میں  
 غلطیاں واضح کریں گی، آئندہ احتیاط کرنے غضب کا کچر دیں گی۔ کیا  
 تجربہ ہوتا ہو گا طالب علموں کو کہ اپنی ہم عمر ٹیچر سے علم حاصل کریں۔ کسی اچھی  
 کو یہ شناخت کرنا مشکل ہو جاتا کہ طالب علم کون ہے اور معلم کون ہے؟ عمر و دل  
 کا کوئی خاص تفاوت نہیں۔ یہ بچوں میں بھی، لڑکیوں میں لڑکی۔ کبھی ایسا  
 بھی نہ ہوا ہو گا کہ کسی شاگرد کے دل میں ایسی خواہش پیدا ہوئی ہوگی کہ  
 پوچھ لیں۔ ”اُدھیو کچھ دیر کیس آئیں“ لیکن یہ خام خیال ہونا۔ سبز  
 آنکھوں کی روشنی کا رعب، کھینچنے جانے کا تصور ہی غائب ہو جاتا اور  
 طالب علم کی نظریں کتاب پر جمی کی جمی رہ جاتی ہیں۔ نگاہوں کے رعب اور زبان

کے زور سے تدریس کا کام تو ہوتا ہی تھا اور جب مشکل باتوں کو تحریر کے ذریعہ سمجھانا ہوتا تو ان کی پتلی یا ایک خوبصورت انگلیاں بلیک بورڈ پر ہتایت خوش خط تحریر بکھیر دیتیں اور تحریر نہ ہوتی گو یا نقش و نگار ہوتے۔ سفل بادشاہوں کے دربار کے باقوت اور بھان کے جو خطاطی کے بیل بوٹے بنانے میں ماہر تھے ان کے نازک سراپا کو دیکھ کر کوئی سمجھے کہ یہ کیا ڈرائیں گی، دھمکائیں گی۔ لیکن آواز منتر تم ہوتے ہوٹے بھی ایسا رعش ایسی متانت کہ آواز کی گونج پر ہی طالب علم ہر بات بھول کر ان کی آواز پر منور ہو جاتے۔ وقت کی بمعید پابند رہیں۔ بات کی سچی اور وعدے کی سچی۔ طبیعت میں خود داری، مزاج میں شائستگی اور حد درجہ نفاست ہوا کرتی۔ لباس بہت ہی پاک اور صاف۔ ہمیشہ سفید جارجٹ کی ساڑی۔ سفید سائٹ کا بلوز زیب تن ہوتا۔ چہرے پر ہلکا پاؤڈر کا غبار اور لباس سے عطر کی بھینی بھینی خوشبو مہکتی رہتی۔ لیوں پر غیر محسوس مسکراہٹ اور آنکھیں ہر جذبے کی ترجمان۔ چال بہت سیدھی اور نیز ہوتی کہیں رکاوٹ نہیں بس اپنی منزل پر پہنچ کر ہی رہیں گی۔ ان کی رہائش کا مقام بھی بے حد صاف ستھرا ہوتا۔ ایک بار ان کی ایک خادمہ نے بتایا کہ ان کے گھر میں چلو پھرو تو پاؤں کو کنکر نہ لگے۔ بیسن صاف ستھرا، ہر چیز اُچلی میل کھیں سے دوڑتے پانی کی طرح۔ اسکول کے زمانے میں کبھی انھیں پنج کھانے دیکھا شائستگی سے لقمہ اٹھائیں گی ہلکے سے لب کھولیں گے اور پھر لیوں کے دروازے بند۔ بغیر آواز کے لقمہ چبائیں گی اور وقت کو ملحوظ

رہ کھٹے ہوئے کھانا جلد ختم کریں گی۔ صابن سے رگڑ رگڑ کر ہاتھ صاف کریں گی اور اپنے اچھی کیس سے نوال نکال کر ہاتھ منہ صاف کریں گی اور لالچھی کی ہلکی ہلکی ہلک اطراف میں پھیلانے ہوئے کلاس روم کا رخ کریں گی گفتگو میں ہمیشہ اچھی اور صاف صحیح اردو بولیں گی اور اپنے مخاطب سے بھی متوقع رہیں گی کہ وہ بھی صحیح اردو بولے۔ ان کی طالبات سمجھی فیل نہیں ہوتی یقین ایک تویہ کہ یہ ہر سبق اچھی طرح ذہن نشین کرادینیں۔ دوسرے ان کی شخصیت کا رعب ہوتا کہ طابعلہم پوری طرح روزانہ اسباق کی تیاری کر کے آنا اور امتحان کے دوران بھی غفلت نہ کرتا۔

ان کے خود کے علم کی کیا بات کریں جو بارہ برس کی عمر سے غم دوران اور فکر روزگار میں لگ جائے لیکن انہوں نے سروس کے دوران ہی خاموشی سے اپنے علم میں اضافے کی ٹھانی۔ پہلے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ پھر انٹر میڈیٹ کیا، پیچرز ٹریننگ کی۔ بی اے کا امتحان دیا اور کسی کو خبر نہ ہوئی پھر بھی انہیں احساس رہا کہ غم دوران نے انہیں نہ اعلیٰ تعلیم کا موقع دیا نہ ادب کی خدمت کا۔ لیکن وہ کیا جانیں کہ وہ علم کا کیسا سمندر میں اور شعور و ادب کا کیسا خزانہ ہیں کہ اس سمندر کی تہ میں موتی، موتی بکھرے ہیں اور ان کے خزانہ معلم سے مالا مال ان کے سینکڑوں ہزاروں شاگرد آج کئی ملکوں میں پھیلے ہوئے بہترین روزگار سے لگے ہوئے ہیں کوئی کتنی ہی ڈگریاں لے لیں لیکن اس منبع علم تک پہنچنا ان کے لئے دشوار ہو۔ کسی ایک رُخ پر تو کوئی کمال حاصل کر سکتا ہے لیکن یہ

جیسی مجموعہ کمال ہیں اس کو حاصل کرنا سہل جہاں ہوگی۔  
 شاعرانہ ذہن رکھتے ہوئے کبھی مشقِ سخن کرنے کی زندگی نے  
 فرصت نہیں دی لیکن کبھی کسی خاص جذبے سے متاثر ہو کر محفل نے  
 کوئی شعر موزوں کر دیا۔ کوئی قطعہ، کوئی نظم یا غزل لکھ دی اور  
 جب کسی ادبی محفل میں سنانے کھڑی ہوئیں تو پہلے ہی سب کو حواشف  
 کرا دیا: "میں کوئی باقاعدہ شاعر نہیں ہوں بس وقتی جذبے سے  
 متاثر ہو کر چند اشعار گوش گزار کر رہی ہوں۔" اور جب اشعار سن کر  
 سمجھوں نے حیرت کا اظہار کیا تو ڈاکٹر زینتہ ساجدہ جو شریکِ محفل  
 تھیں کہنے لگیں "آپ موقعی شاعرہ ہو کر اتنا بلند کلام پیش کی ہیں  
 اور باقاعدہ شاعرہ ہونیں تو کیا ہوتا؟" یہ تلب بھی اپنی کم مائیگی  
 کا اظہار ہی کہیں۔ وہ تدریس میں نہ صرف سرکاری مدت مکمل کہیں  
 بلکہ اس کے بعد کئی سال تدریس کے لئے شہر کے غیر سرکاری اداروں سے  
 عرصے تک منسلک رہیں۔ ترقیاں بھی ملیں۔ ہیڈ ماسٹر بس کے فرائض بھی  
 انجام دیں اور اسکول انسپکٹرس بھی بنیں لیکن ان عہدوں کو کبھی  
 خاطر میں نہیں لائیں صرف اس بات پر توجہ دیں کہ ان کی طالبات خالی  
 ہاتھ آتی ہیں تو اسکول سے جاتی ہوئی وہ بھرے برتن کی طرح ہوں۔ علم  
 بھی سیکھیں، اخلاق بھی سیکھیں اور ادب کو ہاتھ سے جانے نہ دیں  
 بڑھتی عمر کے دنوں میں حرمِ کارِ خ بھی کیا اور وہاں کی عبادات کی  
 سعادت بھی پائیں۔ وقت کی سختی سے پابندی تو ہوتی تھی دین کے احکام

کی بھی پابند ہو گئیں۔ نہ نمازیں چھوڑیں نہ روزے نہ ہی تلواریں بھولیں  
اور قرآن کا مطالعہ اس طرح جاری رکھیں کہ زبان کی خوبیاں اور  
ترکیبیں بھی سمجھنے لگیں۔ شعر کے ساتھ طبیعت کا وہ رعب و داب  
کم ہوتا گیا اور اس کی جگہ رحمدلی اور محبتوں نے لے لی۔ ہر ملاقاتی سے  
محبت، قوم سے محبت، انسانیت سے محبت، ان کی محبت آفاقیت  
اختیار کرنے لگی کسی محفل میں پہنچ جائیں تو ان کی محبتوں کا جواب  
دینے قدم قدم پر کوئی آجانا اپنی عقیدت کا اظہار کرتا، مصلحتی ہونے  
بیر دیکش باتیں کرتیں، کوئی اچھا سا باموقع شعر گوش گزار کرتیں،  
کوئی تحفہ بھی پیش کرتیں اور سب سے آخر میں اپنی پرس سے خوشبودار  
چھالیہ پیش کرتیں اور ان کا مخاطب ان کی ذات کی خوشبو کی لیمپوں  
میں گم ہو جاتا اور اس مختصر ملاقات کی یادوں کو ذہن میں  
محفوظ کر لیتا۔ بات یہیں تک ختم نہیں ہوتی یہ جب بھی موقع مل  
جائے فون پر خبریت پوچھیں گی اور پھر پیارے پیارے خط لکھ  
کر پوسٹ کریں گی جو خط کم اور ادبی شہ پارے زیادہ ہوتے۔ بات  
بات پر شعر نہایت باموقع استعمال میں لاتیں۔ خط تو تمام ہو جاتا  
اور باتیں باقی رہ جاتیں۔

انہوں نے کبھی ظاہر نہیں کیا لیکن ان کے اندر ایک بہترین اذہب  
اور تخلیق کار بننے یا شعر موزوں کرنے کی ہر صلاحیت موجود تھی لیکن  
ان کی یہ صلاحیتیں حالات زمانہ کے لحاظ سے ان کے اندر دبی رہیں اور



اظہار کا موقع پانے تک کافی دیر لگی۔ ادبی محفلوں میں احباب کے اصرار پر انہوں نے وقتاً فوقتاً کرسی صدارت کو بھی رونق بخشی اور اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا۔ اب عمر کے آٹھویں دہے کو مکمل کر چکیں تو صحت نے ان کے شوق میں رکاوٹ ڈالنا شروع کیا لیکن ان کا عزم ان کا شوقِ علم جو ان ہے اور سدا جو ان و نوا نا ہی رہے گا۔ اپنی سبکدوشی میں اگر دوں کو یہ اپنی اولادِ معنوی سمجھتی ہیں اور یہی جذبہ ان کے قلب کو تسکین پہنچاتا ہے کہ اللہ اولاد سے محروم نہ رکھے تو کوئی شکایت نہیں خیراروں کی تعداد میں اولادِ معنوی بڑے دیا اور صدرِ ہا دوست احباب ملاقاتی بھی ان کے اطراف جمع ہو گئے۔ کوئی کیسے نکھے ان کی داستانِ علم و حکمت، مروت و محبت۔ ان کے خلوص و محبت کی روشنی، ان کے علم و عرفان کا نور پھیلا ہی رہے گا۔

عقیدت کا صرف ایک شعر ان کی نذر ہے۔  
 کبھی شاخِ طوبیٰ جو دیکھ لو لکھے شوق اس کو قلم کروں  
 سرِ نامہ فرطِ نشاط سے تیرا نام اس سے رقم کروں

ایک شاگرد۔ ایک بیٹی  
 ایک چاہنے والی عقیدت مند  
 عنبریز قادر (پچر فارسی و ہینس کالج)  
 مقیم آسٹریلیا

# بالو آیا

نگاہ تیری یلند اور تو وسیع مشرب  
نرے مزاج سے انسانیت کو درس ملا

بالو آیا کی شخصیت اور اندازِ تحریر پر پھر قلم اٹھا رہی ہوں اس سے قبل اخبارِ سیاست میں محقر تعارف لکھ چکی ہوں جب سے اب تک کا زمانہ یوں گزرا کہ میں ان سے رفتہ رفتہ قریب تر ہوتی گئی۔ ان کی ذات والا صفات نے اپنے خلوص و محبت کی سحر انگیزی سے مجھے اپنا اسیر بنا لیا ہے بالو آیا نے اپنے نام رحیم بالو کو محقر کر کے ”اکر۔ بالو“ کے فلمی نام سے لکھنا شروع کیا وہ اردو کی کہنہ مشق شاعرہ اور نثر نگار ہیں نام کے اختصار میں اپنے تخلص کو بھی سمو لیا ہے۔

تقریباً دس سال سے بالو آیا سے میری خط و کتابت ہے ان کا تعارف غائبانہ میرے بھائی جان نے کروایا تھا کیونکہ وہ اور میں اخبارِ سیاست میں مضامین لکھا کرتے تھے پھر ایک شادی کی تقریب میں عزیزہ عبدالقادر نے ان کا باضابطہ تعارف کروایا۔ بالو آیا نے بتایا کہ وہ بھی سیاست میں میرے مضامین بہ صد شوق پڑھا کرتیں اور ملاقات کی منظر تھیں۔ ظاہر ہے یہ

ملقات میرے لئے بہت ہی پُرسرت اور مناسرت کن تھی اس طرح انہوں نے مجھے اپنی زلفِ گرہ گیر میں پھانس لیا۔ اس کے بعد اس شکنجے سے خلاصی مشکل ہے لیکن یہ قیدِ محبت ایک نعمتِ غیر منترقبہ ہے۔

بانو آپا کم سنی سے ہی محکمہ تعلیمات سے منسلک ہو کر معلمہ کے فرائض انجام دینے لگیں۔ معاملات میں سب سے کمسن تھیں ایک دفعہ انکی ٹیوشن اسکولز معاہدہ کے لئے آئیں اور بانو آپا کو دیکھا تو "بے بی پیچر" کا لقب دے دیا۔ ازدواجی زندگی کی مسرتوں اور اولاد کی نعمت سے محروم ہو کر انہوں نے اپنے آپ کو علمی، ادبی خدمات کے لئے وقف کر دیا۔ خانہ داری کی جھنجھٹوں سے بری الذمہ ہو کر تعلیم نسواں کے بلند مقصد کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہیں گویا تحصیلِ علم اور ترسیلِ علم ہی ان کا اور مقصد بچھونا بن گیا کثرتِ مطالعہ کی وجہ سے ان کی بینائی جواب دے چکی ہے۔ دونوں آنکھوں کا آپریشن بھی ہوا لیکن بصارت کی وجہ سے بہت مجبور ہیں لیکن ان کی بصیرت، ان کی عالمانہ گفتگو اور پُرسرت نغمہ نغریوں سے نمایاں ہوتی ہے انہی مجبوری کے باوجود ان کا سمنہ قلم رواں دواں ہے ان کے مضامین و نظمیں ذوقِ نظر، نشین، اخبارِ سیاست ادبی میگزین (برلے خوانین) اور خوشبو سفر میں شائع ہونے رہتے ہیں اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً قطعات، اقوال، زریں، انشائیے، غزلیں اور رباعیات اشاعت کے لئے روانہ کرتی ہیں۔

حیدرآباد کی منفرد محفلِ ادب یعنی محفلِ خوانین کی وہ پرانی ممبر ہیں اپنی شرکت سے مجبوری پر وہ بڑی کھی ہیں تاہم ہر جلسہ کے لئے وہ اپنی

غزلیں روانہ کرتی ہیں جس کو محفل خوانین میں اُہنی کی عزیز شاگرد عزیزہ محبوب  
یا عزیزہ النساء صبا بڑے ہی اچھے انداز میں سُنانی ہیں۔ حالی ہی میں محفل خوانین  
سے اپنی محبت کے ثبوت میں مشاعروں کے لئے ایک قیمتی تحفہ "شمعِ عنایت"  
کی ہے۔ محفل میں جب بھی آتی ہوں اُن کی کمی بے حد محسوس ہوتی ہے حال  
حالِ تنگ لرزیدہ قدموں سے محفل خوانین میں شریک رہیں مگر اب چپکرا  
بلڈ پریشر اور دل کا مرض بھی لاحق ہونے کی وجہ سے اتنا صغف بڑھ گیا  
ہے کہ چلنا پھرنا دشوار ہے۔ عناصر میں اعتدال خلل پذیر ہے کبھی گردن  
کے لئے TRACTION لے رہی ہیں تو کبھی ماہر امراضِ قلب ڈاکٹر  
سدھیر نائیک سے رجوع ہیں مگر ہمت نہیں ہارتیں۔

یوں تو ان کی شاعری پختہ ذہن کی پیداوار ہے نثری تخلیقات  
بھی بہت دلچسپ ہوا کرتی ہیں لیکن ان نگارشات میں سب سے  
دلغریب اور قابلِ قدر ان کے خطوط ہیں جو بڑی پابندی سے اپنے دوست  
اجاب کو لکھا کرتی ہیں۔ اکثر ان خطوط میں غالب کی سی شوقی، یگانگت  
پیدا ہو جاتی ہے اور یہ شوقی تحریر بے ساختہ اسلوب رکھتی ہے ادب سے  
ناطہ رکھتے ہوئے صوفیانہ خیالات ان کی زندگی کا ایک اور رخ بھی پیش کرتے  
ہیں وہ بے تکلف انداز میں دوستوں سے گویا بانیں کرتی ہیں۔ کہتے ہیں  
بخی خطوط دلی جذبات کا آئینہ ہوتے ہیں اور انسانی فطرت کے صحیح عکاس  
بھی۔ بانو آپا کے خطوط ادبی لطافت، ہلکی بھلکی ظرافت، نکتہ آفرینی سے  
بھرپور ہوتے ہیں۔ خطوط وہ اتنی تعداد میں لکھتی ہیں کہ اُن کی قطعی تعداد

وہ خود بتا سکتی ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس ایک باضابطہ رجسٹر داخل و خارج موجود ہے جس میں یہ ریکارڈ رہنما ہے کہ کس کے خطوط کمن ٹواریخ میں آئے اور ان کے جوابات کب دئے گئے۔ ان کی یادداشت اس عمر میں بھی بے حد زبردست ہے حالانکہ اس زمانے میں انسان کی یادداشت طاق نسیاں کی نذر ہو جاتی ہے وہ یہ بھی یاد رکھتی ہیں کہ کس سے کب ملاقات ہوئی اور کب یہ ملاقات دوستی کے قالب میں ڈھل گئی۔ ان کی سوشل لائف اور حلقہ احباب بہت وسیع ہے جس میں ان کی لیے لوٹ کرم فرمائیاں شامل رہتی ہیں جب کبھی ان کے خطوط کے جواب میں تہاہل برتا جائے فوراً پرسیش نامہ بلکہ یوں کہیے کہ تشویش نامہ بھیج کر شرمندہ کر دیتی ہیں۔ میں جہاں بھی رہی ان کے خطوط سوغات کی طرح ملتے رہتے ہیں۔ بے حد مزاج شناس اور دل سوہ لینے والی شخصیت پائی ہے گھر کے ہر فرد کی خبر خواہی، دعا سلام کہیں گی حالانکہ کبھی انھیں دیکھا بھی نہیں۔ دوستوں کے کتابوں کی رقم اجراء اور دیگر تقاریب پر نہایت نامے روانہ کریں گی۔ ان کے خطوط پڑھ کر ہر کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ خطوط نویسی ہی ان کی زندگی کا ماحصل اور محبوب مشغلہ ہے ان کے خطوط پہلے نویے حد تک پھیل ہو کر تے۔ تفصیل، لطیفوں، چٹکلوں اور اشعار سے بھرپور عربی آئینوں اور فارسی اشعار سے مزین ہوا کرتے۔ جب کاغذ ختم ہو جاتا تو حاشیوں پر بھی تحریریں دیکھنے کو ملتی جو باریک سے باریک لفظوں میں تبدیل ہو جاتی صغفات کو پھرا پھرا کر مفہوم سمجھا پڑتا ہے (نفوڑی تبدیلی کے ساتھ)

حرف لکھتے لکھتے لکھے گئے دفتر = شوق نے بات کیا بڑھائی ہے  
لیکن صغفِ بصارت اور بیماری نے ان کو مختصر کرنا شروع کر دیا ہے۔  
پابندی کا یہ عالم ہے کہ پوسٹ کارڈ ہی کے ذریعہ کیفیت لکھتی ہیں۔ اپنی  
طویل اذیت ناک بیماری کی تفصیل ہر خط میں لکھتی ہیں ساتھ ہی اللہ تعالیٰ  
سے شکوہ و شکر کا بت کے بجائے شکر بجا لاتی ہیں اور خانمہ بالخیر کی دعا  
کرتی ہیں۔

جب تک صحت نے ساتھ دیا روز سے پابندی سے رکھا کرنیں نہیں  
ماز مینج گانہ، اوراد و وظائف نواب بھی ادا کرتی ہیں۔ رات میں سب  
کسے لئے حصار باندھتی ہیں۔ خطا کا مضمون تو دلچسپ ہوتا ہی ہے مگر  
القاب بھی بہت دلکش لکھا کرتی ہیں اس کمترین کو ہمیشہ اس طرح  
مخاطب کرتی ہیں۔ مہر تابانم، مہر درختانم۔ سکون دل و جانم  
آفتاب درختانم۔ عزیز از دل و جانم۔ حالانکہ من آنم کے من دانم  
ان کی شفقتوں کے آگے سر جھک جاتا ہے میں ہمیشہ ان کو ایک ہی انداز  
سے مخاطب کرتی ہوں۔ شفیق و محترم بانو آپا۔ جو ان کی ذات گرامی  
پر وال ہے اپنے خطوط میں ہر ملنے آنے والے کا تذکرہ کرتی ہیں۔ میں  
کبھی کبھار ہی ان سے مل سکتی ہوں اس لئے کہ فاصلے کی طوالت نے مجبور  
کر رکھا ہے لیکن ان کو چاہئے والی بہن جو حیدر آباد ہی میں مقیم ہیں برابر  
ملنے جایا کرتی ہیں اور شمع کی ٹھنڈی روشنی سے مستفید ہوتی رہتی ہیں  
ایک بڑی تعداد ان سے ہر روز فون پر گفتگو کرتی ہے جن کا وہ باوجود

مستقل سماعت کے بیڑی خندہ پیشانی سے جواب دیتی ہیں۔ ان کے بے شمار  
 شاگرد ہیں بہت سے نواب بیرونی ملکوں میں بھی مقیم ہیں اور کئی  
 بڑے عہدوں پر فائز ہیں ان سے بھی نامہ و پیغام کا سلسلہ جاری ہے۔  
 بانو آپا میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں اور دیگر  
 ادیبوں کے مضامین کی خوبصورت پر دل کھول کر داد دیتی ہیں اور جن  
 چن کر خوبصورت جملے منتخب کرتی ہیں جس سے ان کی دریادلی، وسیع  
 معلومات اور تنقید علمی کا ثبوت ملتا ہے اگر اخباروں و رسائل میں  
 کاتب کی غلطی دکھائی دیتی ہے تو جبراً غیا ہو جاتی ہیں۔

میری خواہش پر میری کتاب "سفرِ تائبندہ" پر پیش لفظ لکھا  
 اور لکھوا "دی" میری غلطی کہ سیدہ مہراپنے علمی ادبی اور دینی کاوشوں  
 اور مشاغل کی بدولت ہمیشہ مہر تاباں بنی رہیں۔" سے

"اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے" آ۔ بانو

بہت عرصہ سے ہم تمام ساتھیوں کی یہ تمنا تھی کہ آپا کے رشحاتِ قلم ایک کتابی صورت میں  
 شائع ہو جائیں۔ بانو آپا سے جب اشاعت کے لئے کہا جاتا تو ٹال جاتیں اور کہتیں  
 کہ ہمیں معلوم کہ صر کہ صر کہ چھوٹے ہیں لیکن میری عزیز بہن عابدہ محبوبہ اس  
 کام کو اپنے ذمہ لیا اور بیڑی طرف ریزی سے جہاں جہاں سے ممکن ہوا آپا کی تحریریں جمع  
 کیں اور ترتیب دے کر آپا کو صاحبِ کتاب بنا دیا وہ مبارکباد کی مستحق ہیں اور ساتھ  
 ہی ہم سب کے شکریہ کی بھی کہ بانو آپا کی زندگی میں اس کا رخیر کو انجام  
 دیا۔

اگر آخر میں میں یہ نہ لکھوں تو ناشکری ہوگی کہ محترم  
 نبیر صاحب نے پوری دلچسپی لے کر اس کتاب کو شائع کروایا۔ سہج  
 اُن ہی کی مساعی، قیمتی رائے اور دستگیری سے یہ کتاب ہمارے  
 ہاتھوں میں ہے۔

سیّدہ فہرہ  
 ایم اے (عثمانیہ)



# متاعِ جوہرِ نایاب

آر۔ بانو کیا (رحیم بانو)

وہ اک مثال کہ جن کو کہیں رحیم آ پ  
ہیں اپنی ذات سے اکسا بن رحیم آ پ

کس انکسار سے کہتی ہیں کچھ نہیں ہوں میں  
متاعِ جوہرِ نایاب ہیں رحیم آ پ

تمہاری رفعت تحقیق مان لی ہم نے  
تمہارا ذوقِ عمل مر حبا رحیم آ پ

تمہارا علم فراواں تمہاری عقل سلیم  
دیارِ علم کی نظم پاسیاں رحیم آ پ

عجب طریقہ تفہیم تم نے پایا ہے  
مکاتبات میں تم اسفرد رحیم آپا

شرابِ ذوق سے سیراب کر رہی ہو تم  
اسی کے نشے میں مخمور ہم رحیم آپا

خلوصِ دل کا جو تحفہ عطا کیا تم نے  
اسی کے لطف سے ممنون ہم رحیم آپا

شرف سے تم نے زمانے کو کر دیا روشن  
وہ آفتابِ منور ہو تم رحیم آپا

تمہیں خبر ہی کہاں انگشت ہیں پر فرمانے  
ہزار جان سے تم پر فدا رحیم آپا

وعلیٰ ہے تہر کی پروردگارِ عالم سے  
ملے حیات کی بخشش تمہیں رحیم آپا

# آر۔ بانو (رحیم بانو)

دکن کی مایہ ناز کہنہ مشق شاعرہ

آج بھی شہرِ علم و دانش، گہوارہٴ تہذیب و ثقافت، آئینہٴ فکر و خیال  
حیدرآباد فرخندہ بنیاد کے دامن میں ہمہ اقام کے پھول کھلتے ہیں جن کی خوشبو  
سے سارا معاشرہ ہلک رہا ہے۔ یہاں کے ماحول میں سانس لینے والے  
مختلف النوع صلاحیتوں اور نئی نئی خصوصیات کے حامل صاحبانِ  
فہم و ادراک، ماہرانِ علم و فن اور باکمال شخصیتیں اپنی صلاحیتوں کا  
احساس دلانے کے لئے مختلف شعبہٴ حیات میں اپنی پوری شناخت کے  
سامنے کھائی ہوئی ہیں۔ روشنی کا یہ تسلسل کئی برسوں سے جاری ہے اور  
بلا تخصیص زبان و تہذیب، ذکر ہوں کہ انات اپنے لیے دائرہ میں  
سرگرم عمل ہیں۔

روشن دل و دماغ رکھنے والی قابلِ قدر دکن کی مایہ ناز،  
بزرگ و کہنہ مشق شاعرہ آر بانو رحیم بانو بھی حیدرآباد کی اُن نامور  
اہلِ علم و خواتین میں شمار ہوتی ہیں جو اپنے فکر و فن سے دامنِ شعر و ادب

کو تروتازگی بخش رہی ہیں۔ آر۔ بانو جن کی طبعی عمر لگ بھگ ۸۰ برس کی  
 بیوگی گذشتہ ۱۰۱ سال سے شہر کی اعلیٰ تعلیم یافتہ، مہذب و شائستہ  
 پڑ و قار و معجز خواتین کی ادبی و تہذیبی انجمن ”محفل خواتین“ سے وابستہ  
 ہیں۔ آر۔ بانو محفل خواتین کی سب سے زیادہ سن رسیدہ اور بختہ کار  
 شاعرہ ہیں۔ ان کا کلام کلاسیکی شاعری کا اعلیٰ نمونہ ہے شگفتہ لب و  
 لہجہ کے زیر اثر نہایت ہی رواں دواں شعر کہتی ہیں۔ غزلیں ہی نہیں  
 رباعیات، قطعات اور نظمیں بھی کہتی ہیں ان کی مذہبی شاعری غفیفہ و  
 احزوم کی مظہر ہے۔ بہت ہی عفاف و سحرے شعر کہتی ہیں اسانڈہ سخن  
 کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ان کے اشعار دل میں اُتر جاتے ہیں فنی  
 خوبیوں سے آراستہ ان کی شاعری قابلِ مطالعہ ہے جو ہر نظم و شعر و ادب میں  
 خوب چمکنے لگتی ہے۔

اگرچہ ان کی شاعری کا لب و لہجہ کلاسیکی رنگ سے ہم آہنگ ہے  
 لیکن بہت سے اشعار عصری حیثیت کے ترجمان بھی ہیں۔ ان کے کلام کے  
 مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے تجربات و مشاہدات وسیع اور  
 حقائق پر مبنی ہیں۔

”صدائے ناتمام“ آر بانو کا پہلا مجموعہ کلام ہے جس کی اشاعت  
 کے سلسلے میں صاحبِ طرز ادیب، ان کی سعادت مند نیک بخت شاگرد  
 رشید، عابدہ محبوب کی شخصی دلچسپی کا غیر معمولی دخل رہا ہے۔ ویسے  
 منظر انساں تاز، عزیز انساں، اور سیدہ نہرنے بھی کتاب کے سلسلے میں

دلچسپ لکھے جوتاباں ستائش ہے۔

میں آربانو کو ان کے کلام کی وساطت سے جانتا ہوں۔ اخبار سیاست کے علاوہ خوشبو کا سفر میں ان کا کلام شائع ہوتا رہتا ہے۔ میں خصوصیت سے ان کے کلام کی اشاعت میں دلچسپی لیتا رہا ہوں۔ حیدر آباد کی بہ فیہ حیات سینئر ترین شاعرات میں ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید اور آربانو کی شاعری نے مجھے زیادہ متاثر کیا ہے ویسے محفل خوانین کی دیگر شاعرات کا کلام بھی قابلِ قدر ہے۔ محفل خوانین سے وابستہ بعض شاعرات صرف شعری نہیں کہتیں بلکہ اچھی نثر نگار بھی ہیں۔ ان میں سے بعض اہل قلم خواتین کے شعری و نثری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ محفل خوانین کے قیام ڈسمبر (۱۹۷۱ء) سے ہی میں اس کے میسر کی حیثیت سے وابستہ ہوں اور شخصی طور پر اس انجمن سے تعاون کرتا ہوں۔ محفل خوانین کی شاعرات ہوں کہ ادیبہ جب بھی کوئی کتاب شائع کرتی ہیں تو مجھے بے حد خوشی محسوس ہوتی ہے کتابوں کی اشاعت کے سلسلے میں میں نے کئی اہل قلم ارکانِ محفل خوانین کے ساتھ تعاون کیا ہے۔

جس وقت تاسو رادیو رکن محفل خوانین محترمہ عابدہ محبوب نے شریکِ محفل خوانین مظفر انسا ناز سے مشاورت کے بعد آ۔ بانو کے کلام کے بارے میں مجھ سے فون پر گفتگو کی تو میں نے اپنے تعاون کا یقین دلایا۔ گفتگو کے دو دن بعد وہ سیاست آفس تشریف لائیں اور آربانو کے غیر مطبوعہ کلام کا مسودہ میرے حوالے کیا۔ میں

نے ان کی شاعری کا مکمل جائزہ لے کر مسودہ کاتب صاحب کے حوالے کیا۔  
 کتاب کی تخریب، تخریب و طباعت کی ذمہ داری میرے ہی سپرد رہی  
 الحمد للہ بہ جمعہ کلام "عبداللہ" کے نام سے زبور طباعت سے  
 آراستہ ہو کر منظر عام پر آ رہا ہے۔ آریہ بانو صاحبہ اردو کی بہترین  
 شاعرہ وادیہ تو ہیں ہی لیکن انہیں فارسی شعر و ادب سے گہری وابستگی  
 ہے فارسی میں بھی شعر کہتی ہیں کتاب میں شامل اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ  
 ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے کلاسیکی فکر و خیال کی آئینہ دار ان کی شاعری  
 شعری و ادبی حلقوں میں دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے گی۔

میں آریہ بانو صاحبہ کے چند منتخب شعر نذر قارئین کر رہا ہوں۔  
 جو یقیناً پسند کیے جائیں گے ویسے ان کے کلام میں اس طرح کے کئی اور  
 شعر ہیں۔

عشرت کدہ میں اپنے وہ ہیں جو خواب ناز  
 کیے جانیں مضطرب پس دیوار کون ہے

دوسروں کے عیب پر نظر تو پڑتی ہی رہیں  
 غور کرنے پر کھلا ہم سے بُرا کوئی نہیں

غم کے بادل آہ کی پروائیاں : ہیں محبت کی کرتم فرمائیاں  
 جھوٹ کا سکہ جہاں میں چل گیا : رہ گئیں منہ دیکھتی سچائیاں  
 اور کیا ہو گا محبت کا صلہ : درد و غم بیداریاں، رسوائیاں  
 روشنی ہے علم کی چاروں طرف : ذہن پر ہے جہل کی تاریکیاں

علم ہے باتو علیٰ کچھ بھی نہیں : آگہی کی ہیں فقط پرچھائیاں  
 مسجایمچ میں چاروں طرف بیمار بیٹھے ہیں  
 تعجب ہے لئے سب ایک ہی سہارا بیٹھے ہیں  
 نگاہ لطف ساقی کب ہوا اور کس پہ ہو کیسے ہو  
 لئے سب ہاتھ میں جام تھی مئے خواہ سب بیٹھے ہیں  
 خیال آتے یاد آتے ہیں ان کی : کرم اتنا بھی ان کا کم نہیں ہے  
 دوا ہر زخم کی ممکن ہے ممکن : زباں کے زخم کا مرہم نہیں ہے  
 ہم ان کے جو روستم بھی خوشی سے سہتے ہیں  
 نیاز و ناز کا عالم ہے کیا کیا جائے  
 زندگی وقف غم و آلام ہے : یہ بھی اک اللہ کا انعام ہے  
 ہر پیرے احلاس میں یہ کائناتیں : خوش نوا طائر تو نہیر دام ہے  
 دے دیار زندگی کو سوز و گداز : اے غم دوست نیری عمر دراز  
 فرادانی ہے علم و فن کی لیکن : جہالت کا بھی سرمایہ بہت ہے  
 بہت ہے علم مگر عقل و آگہی کم ہے : اندھیرے ہم پہ مسلط ہیں روشنی کی طرح  
 کتابیں ہاتھ میں ہیں آگہی کا نام نہیں : چراغ ہاتھ میں نابینا آدمی کی طرح  
 تجھے امید ہے کہ آربانو صاحبہ کا یہ مجموعہ کلام قصداً ناتمام "ادبی  
 حلقوں میں قند کی نگاہوں سے دکھا جائے گا خاص طور پر مغل خواجہ سے  
 وابستہ شاعر و ادیبہ بے حد مستحسن کریں گی۔ صلاح الدین شیر  
 کھٹانہ لکھی۔ حیدر آباد  
 مدیر خوشبو کا سفر

# اعطہا تشکر

میرے اس پراگندہ اور منتشر کلام کو جمع کرنے اور بہ تعاون جناب  
 صلاح الدین نیر کنابی شکل دینے کا سہرا میری بہت ہی عزیز ترین  
 شاگرد رشید اور بہترین دوست عابدہ محبوب کے سر سے میسر محفل  
 خوانین ممتاز شاعر جناب صلاح الدین نیر صاحب کے مفید و قیمتی  
 مشوروں اور عملی تعاون کا بھی بڑا دخل رہا ہے۔ میں عابدہ محبوب  
 اور جناب صلاح الدین نیر کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ اس کتاب  
 کی اشاعت کے سلسلے میں مظفر النساء ناز، عزیز النساء حبیبہ اور  
 سیدہ ہر کی دلچسپی کے لئے بھی ممنون ہوں۔ محفل خوانین سے  
 وابستہ تمام عہدہ داروں اور ارکان نے مجھ ناچیز کی ہمیشہ قدر افزائی  
 کر کے بے کراں خلوص کا ثبوت دیا ہے اس کے لئے بھی میں ان کا  
 شکر گزار ہوں۔

خدا کرے ہمیشہ ایسے مخلصانِ اردو کی کوششیں کامیاب اور بار آور شا  
 بہوتی رہیں۔  
 کمترین و بھی خواہ اردو  
 آ۔ بالو



## حمد

کسم تیرا ہے لا محدود، رحمت بیکیں تیری  
میرے اللہ تیری حمد سے عاجز زبان میری

تو ہی سب کا نگہباز، تو ہی سب کا پالنے والا  
ہے تیری ذات اے اللہ سب سے ارفع و اعلیٰ

زبان دے ایسی جو طیب اللساں ہو حمد میں تیری  
وہ دل دے جو ہے مشغول طاعت میں سدا تیری

خدا کی حمد سے عاجز زبان ہے  
وہی اک مالک کون و مکاں ہے  
اسی کی ذات سے دنیا ہے روشن  
اسی کے حکم سے قائم جہاں ہے

اے خُدا اے خالق کون و مکان  
 حمد میں تیری ہے ساری کائنات  
 واقف اسرارِ رمز کن فکاں  
 حمد میں تیری زمین و آسمان

ارض و سما میں شانِ محمد ہے معتبر  
 دینِ ہمیں حق کے ہیں سرکارِ راہِ پیر  
 خیرِ بشر کی نعت ہے کوئی کیا بشر  
 ”بعد از خدا بزرگ کوئی قصہ مختصر“

محمد مصطفیٰ کی شان ہی سب سے نرالی ہے  
 عظیم القدر و ذی شان آپ کا دربارِ عالی ہے  
 جو کوئی دیکھ لے بس دیکھتا رہ جائے حیرت سے  
 درختاں، صنوفِ شاں وہ روضۃ النور کی جالی ہے

کس شے پہ نہیں چھائی ہوئی خوئے محمد  
 اللہ بھی شدا ہوا بروئے محمد  
 یک تخت مہک اٹھیں گی ہر سمت فضا میں  
 کھل جائیں خلاؤں میں جو کیسوئے محمد  
 دلکش ہے، دلاویز، منور و مطہر  
 جنت کی بہاریں ہیں لیتے کوئے محمد  
 ہر بندہ کمتر پہ بھی رحمت کی نظر ہے  
 بے مثل بھی، معصوم بھی ہے خوئے محمد  
 اللہ نے بنایا ہے انھیں رحمتِ عالم  
 دشمن کھینچے جاتے ہیں سبھی بسوئے محمد  
 اک بابِ کرم ہے کہ یہ محرابِ حرم ہے  
 معراجِ نظر ہے، خمِ ابروئے محمد  
 لازم ہے کہ ہو پیرِ روی اسوہ حسنہ  
 عالم میں مہکتی رہے بس بوئے محمد

ہاتھ کو بھی مل جائے گی کوئین کی دولت  
 گر خواب میں بھی دیکھ لے وہ روئے محمد

مدینہ شہر ہے ایسا، مدینہ ایسی بستی ہے  
 جہاں پر رات دن اللہ کی رحمت برستی ہے  
 زبان کو بند کر با تو تنویر ہی میں تو کھو جا  
 کرے سرکار کی مدحت بھلا کیا تیری بستی ہے

عید اضحیٰ عشق ابراہیم کی تنویر ہے  
 جس میں مضمرا ایک سچے خواب کی تعبیر ہے  
 خواب سچا کر دکھایا جبکہ ابراہیم نے  
 کی اطاعت باب کی فرزند اسماعیل نے  
 اک خلیل اللہ کا اور اک ذبیح اللہ کا  
 درس دنیا کو ملا ہے طاعت و ایثار کا

اس کا رگاہ دہر کا مہمان کون ہے !  
 سب جانتے ہیں مالک و مختار کون ہے  
 ساحل پہ جبکہ سب کو تن آسانیاں ملیں  
 کس کو خبر ہے حاملِ مہر دار کون ہے  
 عشرت کدہ میں اپنے وہ ہیں محو خواب ناز  
 کیا جانیں مضطرب پس دیوار کون ہے  
 سب جبر و اقتدار ہے اللہ کے ہاتھ میں  
 مجبور ہیں سبھی یہاں مختار کون ہے  
 جو مالدار ہیں وہی مفلس نرین ہیں  
 دنیا سے خواہشات میں زردار کون ہے  
 گم ہو کے ذاتِ حق میں "انا الحق" جو کہہ دیا  
 منصور کی طرح سے سر دار کون ہے  
 جمہوریت کی باگ ہے جنت کے ہاتھ میں  
 حاکم ہے کون اب یہاں سرکار کون ہے  
 اک کون فکاں سے سارے جہاں کا ہوا وجود  
 ایسا عظیم صلح و فن کار کون ہے

اس دورِ خود پرستی میں باتو بتائیں کیا  
 ہمدرد کس کا کون ہے غم خوار کون ہے

اک نورِ بے مثال کی تنویرِ مل گئی  
اک خوابِ ناتمام کی تعبیرِ مل گئی

تعبیر بھی ادھوری ملی خواب کی طرح  
گو یا رُضاؑے کا تبِ تقدیرِ مل گئی

آنکھوں کو خیرہ کر دیا برقِ جمال نے  
ظلمتِ کدہ کو قلب کے تنویرِ مل گئی

آرائشِ خیال و تصور کے واسطے  
اک پیکرِ جمال کی تصویرِ مل گئی

شکوہ کسی سے کچھ نہیں، کوئی گلہ نہیں  
ملنی تھی جس کو جیسی بھی تقدیرِ مل گئی

ملنے سے اُن کے کیا ملا با تو بتائیں کیا  
او جھل نظر سے جو رہی تصویرِ مل گئی

دُور دُنیا کے ہوں درد و غم  
 گم بربس جائے ابر کس م  
 جس کو ملنا تھا جو مل گیا  
 نالہ بلیل کو، اناں کو غم  
 عیب بھی چاہا بھلانا انہیں  
 یاد آنے لگے دم بہ دم  
 روت و شب قافلے ہیں رواں  
 خوش نصیبی سے سوئے حرم  
 ایک حساس دل کے سبب  
 ہم رہے مبتلائے الم  
 بس یقین آگیا ہے محلے  
 آپ کھاتیں نہ بھوٹی قم  
 اے خدا اپنی مخلوق پر  
 چلے تیرا فضل و کرم  
 یا تو کیسی غزل یہ کہی  
 جس میں شانِ تغزل ہے کم

درد مندوں کا جہاں میں آسرا کوئی نہیں  
سب میں صورت آشنا غم آشنا کوئی نہیں

اک نظر میں لے لیا دل خود ہی فرمانے لگے  
نام لیں کس کا یہاں "آیا گیا کوئی نہیں"

یہ وفا کا لفظ تو شرمندہ معنی نہیں  
سب وفا نہ آشنا، اہل وفا کوئی نہیں

جب غزل کہتے ہیں یہ محسوس ہوتا ہے ہمیں  
ہم ان ہی سے ہیں مخاطب، دوسرا کوئی نہیں

دوسروں کے عیب پر نظریں تو پڑتی ہی رہیں  
غور کرنے پر کھلا ہم سے بُرا کوئی نہیں

ہے بُروں کے واسطے رحمت کا تیری در کھلا  
بخش دے اللہ! بانہ سے بُرا کوئی نہیں



غم کے بادل ، سہ کی پروائیاں  
 ہیں محنت کی کرم فرمائیاں  
 لب پہ ہلکا سا تبسم موج زن  
 چشم تر ہیں جھیل کی گہرائیاں  
 جھوٹ کا سکہ ، جہاں میں چل گیا  
 رہ گئیں منہ دکھیتی سہائیاں  
 بے رخی تجھ سے رفیقوں پر نسیم  
 بائے ان کی یہ ستم آرائیاں  
 اور کیا ہوگا محبت کا صلہ  
 درد و غم ، بیداریاں ، رسوائیاں  
 اب کہاں وہ گر متی بازارِ حسن  
 عشق نے بخشیں جنوں سا مانیاں  
 عہدِ حاضر کا یہی ہے المیہ  
 ہر طرف خوں خواریاں ، بریادیاں  
 روشنی ہے علم کی چاروں طرف  
 ذہن پر ہے جہل کی تاریکیاں

علم ہے باتو عمل کچھ بھی نہیں  
 آگہی کی ہیں فقط پرچھائیاں

حزینہ دل میرا آج کام آگیا  
نام نہ دوست ناجو میرے نام آگیا

کوئی افسوں تھا یا وہ فریب نظر  
طاثر غموش لہوا زیرِ دام آگیا

میرے اشکوں سے تر، اُن کا دامن ہوا  
آج رونا میرا، میرے کام آگیا

کیسے جاؤں کہ پاؤں میں طاقت نہیں  
ان کا پیغام بھی وقتِ شام آگیا

بوں توجہینے کو جیتے ہیں با توں بھی  
آدھی وہ جاوڑوں کے کام آگیا

بندگی ہی بندگی ہے زندگی  
 زندگی ہے بندگی شرمندگی  
 نیکیوں کی قطرہ قطرہ بوند سے  
 خلد کی جوئے رواں ہے زندگی  
 ہو اگر حسن عمل کی روشنی  
 ذرہ ذرہ کثافتاں ہے زندگی  
 گر بسر ہو خدمت مخلوق میں  
 اک حیات جادواں ہے زندگی  
 دوفرشتے آدمی کے ساتھ ہیں  
 ”لحم لحم امتحان ہے زندگی“  
 غفلتیں، نادانیاں، گمراہیاں  
 گویا اک خواب گراں ہے زندگی  
 اک اشارہ ہی بہت  
 سہم فکاں ہے زندگی  
 ہاتھ پیار سے  
 داناں ہی ہو حبان زندگی  
 زندگی سے آج کیوں بیزار ہو  
 جبکہ بالوثقی تھی نشان زندگی



یادِ طیبہ دل کو گرماتی رہی  
 زمین و دل پر نور برساتی رہی  
 لمحہ لمحہ اُن کی یاد آتی رہی  
 میری تنہائی کو بہلاتی رہی  
 حیارِ دن کی چاندنی تھی زندگی  
 رفتہ رفتہ تیرگی چھاتی رہی  
 درد و غم میں ابھی کچھ لذت ملی  
 دوسروں کے غم بھی اپناتی رہی  
 آدمی میں آدمیت ہی نہیں  
 اگلی وہ انسانیت جاتی رہی  
 پُر سکوں گھر کی فضا، رخصت ہوئی  
 جب بہو پر ساس بھنھلاتی رہی

بن کے بازی گاہ یہ جمہور بیت  
 اک تماشا روز دکھلاتی رہی  
 سب گنہ بآئو ترے بخشے گئے  
 جب تو ناوم ہو کے شرماتی رہی



مسیحا بیچ میں، چاروں طرف بیمار بیٹھے ہیں  
 تعجب سے لئے سب ایک ہی آزار بیٹھے ہیں  
 نگاہِ لطف ساقی کب ہو اور کس پہ ہو جیسے تہو  
 لئے شب ہاتھ میں جام تھی میخوار بیٹھے ہیں  
 جو التویٰ نے عدم کی راہ کی کس تیز گامی سے  
 وہ پیچھے رہ گئے افسوس جو تیار بیٹھے ہیں  
 بھلا کیا لو چھتے ہو حال ہم خانہ خرابوں کا  
 لٹا کر مرضی مولا پہ سب گھر بار بیٹھے ہیں  
 ہے ناشکری ہی ایسی فطرت انسان میں تنصیر  
 نہیں خوش زندگی سے کوئی سب بیمار بیٹھے ہیں  
 درِ محبوب پہ دریاں نے موڈا نٹا تو کہا ہم نے  
 نہیں اٹھنے کی طاقت کیا کریں ناچار بیٹھے ہیں  
 مریض عشق تو اب چند ہی لمحوں کا مہاں ہے  
 مسیحا چپ ہیں گھر لے ہوئے مخوار بیٹھے ہیں

مقابل کون ہے اس جذبہ صادق کے اے بانو  
 رطنے میں ہزاروں یوں تو وقفہ در بیٹھے ہیں



میرے تپڑے پہ گو نقاب نہیں  
پھر بھی میں خود کو دکھوں تاب نہیں

جو تھلک کے بھی کم نہیں ہوتا  
ساغرِ چشم کا جواب نہیں

ہے یہ مجھ پر تمام مشقِ ستم  
اور اغیار پر عتاب نہیں

نامے غیبیوں کے نام جلتے ہیں  
میرے خط کا کوئی جواب نہیں

حبِ دنیا و عشقِ مال و منال  
اس سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں

دل سے مانگو اگر دعا بالو  
کو نسی ہے جو مستجاب نہیں



ان کی دنیا اک نشاط و عشرت پیہم کا نام  
میری دنیا آہ و نالہ اور درد و غم کا نام

وہ دلاس دے رہے ہیں پھر بھی دل ہے بیقرار  
کیا محبت ہے اسی بیتابی پیہم کا نام

زخم اک رستا ہوا، بہتا ہوا خون جگر  
کیا رکھوں، تم ہی کہو اس دیدہ پر خم کا نام

لذت دیوانگی و فرحت قلب و نظر  
ہے نشاط روح تیرے کیف اور غم کا نام

جامِ جم سے کم نہیں، جامِ مئے الفت مرا  
گرچہ عالم میں ہوا مشہور جامِ جم کا نام

ان کی چشم فیض نے سیراب ایسا کر دیا  
بھول کر بانو کوئی لیتا نہیں حاتم کا نام

غزل میں کیا کھوں دوست شاد او تر تازہ  
 مری ویرانی دل کا نہیں ہے بھکو اندازہ  
 کوئی آئے تو گھنٹی کی صدا ہو اور نہ دشتک ہو  
 اسی باعث کھلا رکھا ہے ہم نے دل کا دروازہ  
 غریبی آج بھی ناہ کناں ہے ملک میں ہر سو  
 مگر کیا ہو سکے میناؤں کی دولت کا اندازہ  
 سکون زندگی عنقا ہوا ہے آج دنیا میں  
 کھڑا ہوتا ہے ہر لمحہ کوئی اک فتنہ تازہ  
 ہمارے نامہ اعمال پر دھبے ہی دھبے ہیں  
 جھگتنا ہے اسی دنیا میں ہم کو اس کا خمیازہ  
 مگر لا تقنطو فرما دیا ہے حق تعالیٰ نے  
 نہیں ممکن کریں اللہ کی رحمت کا اندازہ

بھلے ہیں یا بُرے ہیں اللہ تیرے ہی تو بند ہیں  
 نگاہِ لطف تیری ہو جو بالو پیر "فقد فازا"



قناعت ہی مری کچھ کم نہیں ہے  
 مجھے محرومیوں کا غم نہیں ہے  
 بجز خلاق عالم، ذات یکتا  
 یہ سر آگے کسی کے خم نہیں ہے  
 فرد کو سر بسر گمراہ کرنے  
 مری آشفستگی کچھ کم نہیں ہے  
 مرے آنسو ہیں دریا کی روانی  
 یہ کوئی گریہ شبنم نہیں ہے  
 خیال آتلے، یاد آتی ہے ان کی  
 کم اتنا بھی ان کا کم نہیں ہے  
 مری تنہائیاں ہیں اور میں ہوں  
 کوئی مونس، کوئی ہمدم نہیں ہے  
 دوا ہر زخم کی ممکن ہے لیکن  
 زبیاں کے زخم کا مرہم نہیں ہے  
 مرے رونے پر حیراں ہو کے تولے  
 لے کر رکھا کا یہ موسم نہیں ہے  
 کہا پھر ہنس کے اوکالی ہے بارش  
 کہ جس کا کوئی بھی موسم نہیں ہے

ہم اُن کے جو رستم بھی خوشی سے سہتے ہیں  
نیاز و ناز کا عالم ہے کیا کیا جائے

حوادثات ہیں، خوں ریزیاں ہیں اغوا ہے  
غموں کی یورش پیہم ہے کیا کیا جائے

وہ آئیں گے شب و عدہ، نہ نیند آئے گی  
امید و بیم کا عالم ہے کیا کیا جائے

جھون کی جامہ درمی ہے، خرد کی بخیہ گری  
شبِ فراق کا عالم ہے کیا کیا جائے

نہ اُن سے ملنے کی صورت، نہ بھول جانے کی  
اک اضطراب کا عالم ہے کیا کیا جائے

کوئی تسلی کا سماں، نہ کوئی وجہ سکوں  
نگاہِ دوست ہی برہم ہے کیا کیا جائے

تصوّرِ صنوفِ شاہ ہے اور میں ہوں  
 مدینے کی ہیں گلیاں اور میں ہوں  
 کوئی بہادر ہے، مونس، نہ غمِ خواہ  
 میری تنہائیاں ہیں اور میں ہوں  
 مری تنہائی بھی تنہا نہیں ہے  
 خیالِ آرائیاں ہیں اور میں ہوں  
 غمِ دوراں کی، دردِ بیکراں کی  
 گرم فرمائیاں ہیں اور میں ہوں  
 کبھی تو آدمی اناں بنے گا  
 یہی خوش فہمیاں ہیں اور میں ہوں  
 رواں ہے قافلہ اُردو زباں کا  
 غبارِ کارواں ہے اور میں ہوں  
 مجھے کیا واسطہ بالوِ خسرد سے  
 جنتوںِ سلانیاں ہیں اور میں ہوں

میرا ساتھ ہے بالوِ ذوقِ شعری  
 سخنِ آرائیاں ہیں اور میں ہوں

عشق کی بے خودی نہیں جاتی  
 حُسن کی آگہی نہیں جاتی  
 دل میں رہنے ہیں رات دن لیکن  
 ان کی بیگانگی نہیں جاتی  
 بزم اہل خسرد میں رہ کر بھی  
 میری دیوانگی نہیں جاتی  
 چوٹ کھا کر بھی راہِ آفت میں  
 دل کی آوارگی نہیں جاتی  
 نرم و تازک صبا کے جھونکوں سے  
 بزم کی تازگی نہیں جاتی  
 علم سے چاند تک گیا انسان  
 ذہن کی تیسری نہیں جاتی  
 دُنیا فانی ہے جاننے پر بھی  
 اس سے وابستگی نہیں جاتی

دل لگاؤ نہ یالو دُنیا سے  
 پھر بھی یہ دل لگی نہیں جاتی

کبھی کبھی کی عنایت، کبھی کبھی کا کرم  
یہ اپنے پاس ہی رکھ لیجئے براہِ کرم

تمہاری اتنی عنایت بھی کچھ نہیں ہے کم  
نگاہِ لطف ہی دیں، زخمِ دل کا اک مرہم

عدو پہ آپ کی ہیں مہربانیاں ہر دم  
ہمیں پہ جو رو جھلے، ہمیں پہ مشقِ ستم

تمہارا اتنا تغافل، تمہارا اتنا ستم  
کہیں ہماری محبت کا کھل نہ جائے بھرم

ان ہی کو دیکھ کے جینا، ان ہی پہ مرنا ہے  
حیات و موت کی باتو یہ کشمکش ہم



زندگی، وقف غم و آلام ہے  
 یہ بھی اک اللہ کا انعام ہے  
 کون جانے رنگ کیا دکھلاوے گا  
 انتظار اُن کا جو وقتِ شام ہے  
 رہنما غرقِ مئے عیش و نشاط  
 قوم کے ہاتھوں میں خالی جام ہے  
 ہر بڑے اجلاس میں ہے کائیں کائیں  
 خوش نوا طائرِ نو زیرِ دام ہے  
 کرسیوں کے نام بھی ہیں مختلف  
 کوئی ہے راؤن تو کوئی رام ہے  
 علم ہو جب تک نہ ہو اس پر عمل  
 آدمی بننا، خیالِ خام ہے  
 ہے زبان میں جو ہر انسانیت  
 خوش کلامی ہی کا سکہ عام ہے  
 رہتی دُشیا تک ہے قرآنِ راہِ میر  
 یہ خدا کا آخری پیغام ہے  
 وقتِ آخر آگے شاہِ اُمم  
 یا تو اب آرام بعدِ آرام ہے



دے دیا زندگی کو سوز و گداز  
 اے غم دوست تیری عمر دراز  
 زلفِ صیاد میں اسیر ہیں ہم  
 کیا کریں لے گئے طاقت پر واز  
 گوشہٴ دل نہیں کئے گلتا ہے  
 یاد آتا ہے جب دیارِ حجاز  
 کوئی غم حواری نہ مونس ہے  
 کوئی ہم درد ہے نہ ہے دم ساز  
 کتنی ہمت سے طے کئے ہم نے  
 زندگی کے کئی نشیب و فراز  
 غم کے لغھے عینیت ہیں، اک دن  
 بے صدا ہو گا زندگی کا ساز  
 جتنی ممکن ہو نیکیاں کر لو  
 چار ہی دن کی ہے یہ عمر دراز

کیا حقیقت بھلا ہے بانو کی  
 ہیں یہاں مستند سخن پرداز





زندگی، وقفِ غم ہو گئی  
ہر خوشی کم سے کم ہو گئی

میرا حال زبوں دیکھ کر  
آنکھ اُن کی بھی نم ہو گئی

جس قدرِ علم بڑھتا گیا  
اتنی تہذیب کم ہو گئی

اہلِ محفل پہ جب اٹھ گئی  
وہ نگہِ جامِ جم ہو گئی

باتوں کیسی خوشی، کیا نشاط  
زندگی، تندرِ غم ہو گئی







عہدِ ماضی کہاں ہے ، حال کہاں  
 وہ سکوں بخش ماہ و سال کہاں  
 علم سے روشنی ہے حیارِ طرف  
 آگہی کا مگر جمال کہاں  
 آدمی مال و زر میں ہے غلطان  
 عزتِ نفس کا خیال کہاں  
 ہے قیادت میں باہمی جھگڑے  
 خدمتِ خلق کا سوال کہاں  
 وحشانہ سی سرپرستی میں  
 جائیں تھے اب یہ تو نہال کہاں  
 ندیاں ، سبزہ زار ، کوہ و دمن  
 حسنِ قدرت کو ہے زوال کہاں  
 ہے کہاں اُن کا حسنِ روزافزون  
 میری رعنائی خیال کہاں

خوش بیاں شاعرات کے آگے  
 آ رہے۔ باتو خستہ حال کہاں



چین چاہا تھا زندگی میں بہت  
 مل گیا ہم کو اضطراب بہت  
 جن کی تعبیر مل سکی نہ کبھی  
 ہم نے دیکھے ہیں ایسے خواب بہت  
 آدمی بن نہیں سکا انسان  
 آئے دنیا میں انقلاب بہت  
 بحرِ جمہوریت ہے وہ جس میں  
 درِ نایاب کم حجاب بہت  
 اس کرپشن سے، زریپرستی سے  
 زندگی بن گئی عذاب بہت  
 یوں تو ہے اجر ہر عبادت کا  
 خدمتِ خلق کا ثواب بہت

کھل کے ملتے تو ہیں بہت سوں سے  
 کبوں ہے بالوں سے ہی حجاب بہت



قید حیات سے تو ممکن نہیں رہا تُو  
دن آج بھی نکلا، پھر آج رات آئی

کیا غم گساریاں ہوں، کیا چارہ سازیاں ہوں  
بہر دھب نہیں ہے، بھائی کا آج بھائی

تعلیم سے نہ پائی شائستگی کچھ اُس نے  
ہے اقتل خون جاری، ہر سمت ہے لڑائی

کیا ذکر اب زمیں کا سب کچھ بدل گیا ہے  
ہے آسمان تک بھی انسان کی رسائی

کچھ رہرواں منزل آگے نکل گئے ہیں  
نالاں ہے ماؤ پا کر اپنی شکستہ پائی



دلِ ناداں کو سمجھایا بہت ہے  
یہ ظالم پھر بھی ترپایا بہت ہے

نہیں ہے زندگی میں شاد کامی  
نشاطِ غم کا سرمایہ بہت ہے

خوشی آئی ، گئی ، قائم رہا غم  
یہی اک دوست کام آیا بہت ہے

ہوسِ دولت کی ، شہرت کی تمتا  
جنونِ انسان پر چھایا بہت ہے

فراوانی ہے علم و فن کی لیکن  
جہالت کا بھی سرمایہ بہت ہے

غنیمت تھا بہت وہ دورِ ماضی  
وہی بات کو یاد آیا بہت ہے

شعورِ غم جو طایرِ سہ کو آگہی کی طرح  
گلے لگائے ہیں غم کو بھی ہم خوشی کی طرح

بہت ہے علم مگر عقل و آگہی کم ہے  
اندھیرے ہم یہ مسلط ہیں روشنی کی طرح

ہر ایک کھونج میں اک دوسر کی رہتا ہے  
سفاہمت تو بظاہر ہے دوستی کی طرح

بڑے خلوص سے ہم زندگی کے ساتھ رہے  
مگر وہ ملتی رہی ہم سے اجنبی کی طرح

کتابیں ہاتھ میں ہیں آگہی کا نام نہیں  
چراغ ہاتھ میں نابینا آدمی کی طرح

اپنا وعدہ وفا کیجئے  
 کچھ تو خوفِ خدا کیجئے  
 آپ ہیں گریحِ نماں  
 دردِ دل کی دوا کیجئے  
 گو ہیں ملنے میں رسوائیاں  
 دل نہ مانے تو کس کیجئے  
 یہ تعلق بھی سمجھ کم نہیں  
 جو رکھئے، جفا کیجئے  
 آپ تو گھر و فسا کے نہیں  
 حسدِ عادت جفا کیجئے  
 خاک کرنے سے پہلے ذرا  
 نقطہ ہمارا پرٹھا کیجئے  
 سنتے جائیے سب کچھ مگر  
 کم سے کم ہی کہا کیجئے  
 یہ فلکِ اتکِ رسائی تو کب  
 دل میں انساں کے جا کیجئے  
 دولتِ دین و ایماں ملی  
 باتو شکرِ خدا کیجئے

محبت بھی مروت خُلق و احساں  
 یہی ہیں پاسبانِ دین و ایماں  
 بہت سائینس ترقی کسب رہی ہے  
 مگر خُلق و محبت کا ہے فقدان  
 نہیں ہے آدمی میں آدمیت  
 بھلا وہ کیسے بن جائے گا انساں  
 ہے چاروں سمت شورش اور جھگڑے  
 قیادت پر مگر اپنی وہ نازاں  
 بنی آدم کی گمراہی کا باعث  
 یہی دودشمن جاں نفس و شیطاں  
 کہاں کی غم گساری چارہ ستازی  
 یہو بھائی بھائی مہیب دست و گریباں

تغزل اب نہیں اس کی غزل میں  
 فقط حالات پہ یا تو ہے گریباں

دم سے تھی علم و عمل کے کل یہاں  
 شستگی، شستگی، تابندگی  
 بے عمل دنیا پر ہے چھائی ہوئی  
 تیرگی، بے چہرگی، در ماندگی  
 آئے دن ہیں سرخیاں اخبار کی  
 غنڈہ گردی، رہزنی، غارت گری  
 اقلیت البسی زبوں حالی میں ہے  
 خستگی، ناخواندگی، پسماندگی  
 طالب علموں کی استادوں سے ہے  
 کیشی، سرتابی اور بیہودگی  
 عشق کی تقدیر میں کچھ دی گئی  
 تشنگی، آشفستگی، شوریدگی

بے سبب باتوں سے ہو کیوں جان جاں  
 برہمی، افسردگی، ناراضگی





ایچی ایچی صورتوں کے واسطے  
چاہئے والا بھی ایچھا چاہئے

سب سہارے غارتھی ہیں اے خدا  
ہم کو تیرا ہی سہارا چاہئے

ہے یہی بہتر کسی سے کچھ نہ مانگ  
جو بھی ہو اللہ سے مانگا چاہئے

کیا کریں گے چہارہ جوئی خلق کی  
جن کو اپنا دانہ چہارہ چلیئے

زندگی باتو ہے دو روزہ مگر  
پھر بھی جینے کا سلیقہ چلیئے

مجھے اُن سے کیا ہے شکوہ تجھے اُن سے کیا لڑائی  
 نہیں جانتے جو کیا ہے رہہ و رسم آشنائی  
 وہ جو حُب ہیں بے سبب ہی تو میں کی سچک ہو یوں ہی  
 مرے دل کی دھڑکنوں میں وہی صبح و صفا  
 کسی دوسرے کی ٹوہ میں رہا آدمی ہمیشہ  
 مگر اپنی ہی بُرائی اُسے کچھ نظر نہ آئی  
 یہی آج کل جہاں میں ہے شعائرِ آدمیت  
 یہی ہے بھائی چارگی، یہی چار سولہ لڑائی  
 یہ ہے دورِ محنتِ لوجی یہ زمانہ و ترقی  
 مگر آدمی میں اب تک وہی جہل آشنائی  
 جو زمیں کا کام انساں کبھی کر سکا نہ پورا  
 ہے مگر عجیب اس کی یہ فلک تنک رسائی  
 وہ تھا دورِ سختِ شاہی وہ تھی شانِ گجگاہی  
 مگر آج ایک کرسی کیلئے ہے ہاتھ پائی

ہوں تلاشِ حق میں باتو نہیں یاد اپنی ہستی  
 یہی جستجو کا مقصد، درِ یار تک رسائی

سکون چین بھی عنقا ہی سا لگے ہے مجھے  
فضائے دہر تو دہشت زدہ لگے ہے مجھے

لبوں پہ موج تبسم کشیدگی دل میں  
عجیب چیز یہ شہر وفا لگے ہے مجھے

یہ اضطراب، یہ بیتابیاں، یہ آہ و فغاں  
ترا فراق، پیامِ قضا لگے ہے مجھے

کرم سب ہی پہ، تغافل ہے خاص میرے لئے  
یہ بے رخی بھی نثری اک ادا لگے ہے مجھے

لظریں جمول سے کھلتے ہیں دل میں پھلجھڑیاں  
ترا وصال بھی کیا دلکش لگے ہے مجھے

نہیں آدمی اب قول و فعل پر قائم  
یہ جو فروش بھی گندم نما لگے ہے مجھے

خاک کا پتلا ہے تخلیق بشر کچھ بھی نہیں  
زندگی اس کی بجز برقی و شرعی کچھ بھی نہیں

دوسروں کی ٹوہ میں انسان رہتا ہے سدا  
اپنی حالِ زار کی اس کو خبر کچھ بھی نہیں

پیٹھ پر ان نو نہالوں کے کتابوں کا ہے بوجھ  
علم کا لیکن دماغوں پر اثر کچھ بھی نہیں

ہے تمنا مال و زر کی ، فکر ہے املاک کی  
ملک کی غربت پہ عسرت پر نظر کچھ بھی نہیں

زندگی ساری گتایوں میں بسر ہو کر رہی  
بالو خالی ہاتھ ہے زادِ سفر کچھ بھی نہیں

حُسنِ اخلاق آدمی کی شناخت  
لوگوں تو جیتے ہیں سب ہی حیوانات

زندگی کیا ہے قیدِ بے نہ بخیر  
موت اس قید سے ہے راہِ نجات

حُسنِ کتنے ہی پتیرے بدلے  
بازئی عشق کو نہیں ہے مات

دینِ حق کے یقین محکم ہیں  
ڈنگٹاے کبھی نہ پائے اثبات

خانی ہر ایک شے ہے دنیا کی  
باقی بس ایک ہے خدا کی ذات

سب کے سب خالی ہاتھ چائیں گے  
بالو اعمال ہی رہیں گے سات



آپ میں جور کے عادی ہے نا  
ہم نے اس پر بھی وفا کی ہے نا

نم مسیائے زماں ہو لیکن  
میرے دکھ کی نہ دوا دی ہے نا

دور آزادی تے آزادی سے  
ظلم کو خوب بھوادی ہے نا

قسمیں کھا کھا کے حلف لئے کر  
ظالموں تے ہے دغا دی ہے نا

جب نہ ہو نام و نمود و شہرت  
وہ مثالی رہی شادی ہے نا

طور پر جلوہ دکھانے کے لئے  
آپ ہی نے تو صدا دی ہے نا



خراج عقیدت پر عظمت عبد القیوم  
جلسہ تعزیت در محل خواتین مئی ۱۹۸۸ء

نویسگر اخلاص تھی، تو مجھ پر نرم  
دل میں غم دور ال لئے ہو نہوں پر تبسم  
دلکش بھی دکلاؤ نیز بھی تھا تیرا تکلم  
اے عظمتِ قیوم

شائستگی گفتار میں بہ بات میں نرمی  
یک گونہ متانت لئے نعمات میں نرمی  
سنجیدہ طبیعت تھی ملاقات میں نرمی  
اے عظمتِ قیوم

دل بھی تیرا چہرہ کی طرح ماہِ جبیں تھا  
آئینہٴ اخلاص تھا ہر دل سے قرین تھا  
کردار بھی پاکیزہ، افکار بھی حسین تھا  
اے عظمتِ قیوم

فن کار خواتین کی شعراء کو اُبھارا  
 کی حوصلہ افزائی، دیا ان کو سہارا  
 جو ہر بھی جوان میں تھا چھپا اس کو نکھارا  
 اے عظمتِ قیوم

تو نے ہی خواتین کی محفل کو سجایا  
 ہر وادی افکار کو گلزار بنایا  
 یہ باغ ہمیشہ رہے سرسبز خدایا  
 اے عظمتِ قیوم

فن کار گزر جاتے ہیں فن رہتا ہے زندہ  
 گو آنکھ سے اوجھل ہوئی ہے دل میں اجالا  
 تا حشر چمکتا ہی رہے تیرا ستارا  
 اے عظمتِ قیوم



خراج عقیدت

# منیرہ کاؤس کی یاد میں

منیرہ کم سخن تھی کتنی تو کتنی تھی سنجیدہ  
 ترے اوصاف کے اخلاق کے ہم سب تھے گرویدہ  
 نیرا طور تنہا طلب کتنا لکھش، کتنا پیارا تھا  
 تیری آنکھوں میں جادو تھا تیرا انداز بیارا تھا  
 جہان رنگ و بو تیرے تکلم سے معطر تھا  
 ترے کعبہ کی تابانی سے اک عالم منور تھا  
 تکلم میں ترے پوشیدہ اک گوند ترنم بھی  
 معطر تھا گویا بالائے ستم، تیرا تبسم بھی  
 صداقت، سادگی، ہر دم محبت، ترے زبور تھے  
 خلوص و آشتی، یکیتا کے منظر تیرے زبور تھے  
 ترے سوا تھی ترے شاگرد سب کتنے شائستہ  
 تیری صورت کے شیدا، تیری سیرت کے گرویدہ  
 جو تھی اردو تیری ہمد، پسندیدہ زباں تیری  
 زبانِ فدا سی میں بھی یافت تھی عباں تیری

خسراج عقیدت

# نایابِ سُلطانہ

(شاعرہ)

محفل کی ایک شاعرہ اہل ادب کی جان  
اردو زبان کی آن تھی اردو زبان کی شان

نایاب جس کا نام تھا نایاب ہو گئی  
وہ اپنی زندگانی سے سیراب ہو گئی

دنیا میں کس کا نقش رہا کس کا ہے نشان  
باقی رہے گی اک فقط اللہ ہی کی نشان

# روڈامستری صاحبہ

سوشیل و یلیفیر کانج کا نام روڈامستری کانج موسوم)

سوشیل و یلیفیر کانج ہو گیا موسوم اب  
محترم ذی شان روڈامستری کے نام سے

خدمت مخلوق ہی ہر دم رہا ان کا شععار  
یہ بتائی اس سے پہلے بات میں نے بار بار

ہو مبارک نم کو روڈامستری اعزاز یہ  
ایسے ہی اعزاز تم پاتی رہو یا کم و غیر

خدمت مخلوق ہرگز رائیگاں جاتی نہیں  
کوئی بھی نیکی مقابل اس کے آسکتی نہیں

میری جانب سے قبول خاطر دل شاد ہو  
پھول کی لڑیاں دعاؤں کی تمناؤں کے بار

# نذر قرۃ العین حیدر

علم و دانش کی جوئے رواں  
 حسنِ فطرت کی وہ راز داں  
 قرۃ العین حیدر تو ہے  
 قرۃ العین آردو زبان

## ناز حیدر

ناز محفل کو ہے دو نازوں پر  
 ان کی پُر کیف سی آوازوں پر  
 ایک ہے نازِ نیاز، ایک ہے نازِ حیدر  
 شاعری ان کی ہے پُر کارانہ، بڑی قابلِ قدر  
 وہ ہیں قائم یہ سدا نازش محفل بن کر  
 بس تمنا ہے یہی ہے پُر دعائے تفر

## تہذیبِ قادری بیگم صاحبہ سابقہ پرنسپل و ہمیشہ کالج

قادری بیگم ادیبہ قدردانِ علم و فن  
جان ہیں اردو زبان کی آن بان کنکرو فن  
آپ ہیں اردو زبان کی زلف و گیسو کی اسیر  
شاہدِ اردو کی یہ دلداد ہیں اور روشن ضمیر  
ہے ادب کی محفلوں سے آپ کی وابستگی  
آپ کی اردو زبان سے اتنی ہے وارفستگی  
جب رہیں و مینس کالج کی پرنسپل یا انٹر  
لڑکیوں کی تربیت پر بھی رہی ان کی نظر  
تھا انھیں تعلیم کا بھی تربیت کا بھی خیال  
ہے یہی استاد کی خوبی بفضلِ ذوالجلال  
آج سائینس نے ترقی اس قدر کر لی مگر  
ذہن میں تاریکیاں ہیں کارفرما سرِ سر  
جب نہ ہو اس پر عمل تو علم سے کیا فائدہ  
چار پالیوں پر کتابیں تار دیں کیا فائدہ  
یہ ارباب بھی مقرر بھی ہیں اور فن کار بھی  
عقلِ منور و ادب کی جان ہیں شہکار بھی

مشہور ناول نگار و افسانہ نگار

## جیلانی پالتو

ہیں حواتینِ دکن سب باوقار  
 مادرِ اردو کی ہیں خدمت گزار  
 ان میں ہیں جیلانی پالتو انتخاب  
 آفتاب آمد دلیلِ آفتاب  
 دخترِ حسرت بدایونی ہیں آپ  
 اور انور کی حسین رانی ہیں آپ  
 ذوقِ علمی جبکہ ورثہ نے دیا  
 طبعِ جیلانی نے پائی ہے جلا  
 یہ ادیبہ شہرہ آفاق ہے  
 لفظ کی حیا دو گری میں طاق ہے  
 گلشنِ اردو کی ہے یہ باغباں  
 قصرِ تہذیبِ دکن کی ہے پاسباں  
 پالتو ہے حسرت کی ہے بس یہ دعا  
 ایسے اعزازات یہ پائیں سدا

# تہنیت بر موجِ صبا کلامِ بلاغت

## عزیز النساء صبا

موجِ صبا "سے ایک نئی نرندگی ملی  
 اے جاں بھارنوں کو بھی اک روشنی ملی  
 موجِ صبا کی مُشک فشانے سے دفعتاً  
 پیرنی ہیں بھی شباب کی سہی تازگی ملی  
 ایک اک لفظِ دل میں اُترتا چلا گیا  
 افسردہ دل کی کھل گئی یکبارگی کلی  
 ہر اک غزل ہے ساجہ میں گویا ڈھلی ہوئی  
 انجمنِ سال کا ہمارے بھی تو نیتوں پہ ہے  
 یہ ہے صبا کے قلبِ منور کی روشنی  
 گویا انگوتھیوں میں لگنے جڑے ہوئے  
 ایک ایک نگینے لے بہا اُمنوں و فہمینی  
 بکھرے ہوئے لطیفِ منترہ تخیلِ منت  
 موجِ صبا ہے عالمِ انوار کی پیری

# سیدہ مہر کے متعلق (دورانِ قیام اور نگاہِ باد)



سیدہ مہر ہیں و جد کے شہر میں  
اُن کا جی لگ گیا و جد کے شہر میں  
ان کے غموں کی جب میں نے تشریف کی  
کتنے دلکش ہیں، کتنے ہیں و جد آفریں

ہنس کر کہتے لگیں فخر سے، ناز سے  
میں نے لکھے ہیں یہ و جد کے شہر میں  
و جد جن کا سکندر علی نام تھا  
اور کلام اُن کا فطرت کا پیغام تھا  
مہر کی اک جگر گوشہ، نورِ نظر  
جو ہے کالج کی اک معتبر لکچر  
ہے یہ کالج بھی تو و جد کے شہر میں





# سیدہ مہر کی نظم برسات سے متاثر ہو کر

برسات میں گو مہر نظر آتا ہے کم کم  
پوچھنے اس پر کچھ کیا خوب ہی اک نظم  
بارش کی فضاؤں میں ہواؤں کا ترنم  
کیا کیا دل عشاق کو تر پاتا ہے پیہم  
برسات میں گلتی ہے مسلسل جو جھڑی سی  
وہ تو مرے اشکوں کی جھڑی سے بھی ہے کم کم  
برسات میں سردی کبھی بڑھ جاتی ہے جس دم  
یادوں کا روستا ہی تو بن جاتا ہے ہدم  
جنگل میں خوشی سے وہ مناتا ہوا منگل  
ہے رقص میں ٹاؤس بڑے شوق سے ہر دم  
پاؤں پہ یکا یک جو نظر پڑتی ہے اس کی  
موتا ہے جمل روش نہیں لہتے ہیں قائم

کچھڑ میں کوئی گرتا سینھل جاتا ہے کوئی  
 ایسے میں کوئی بھی نظر آتا نہیں ہمدرد  
 سب ہنستے ہیں گرتے پہ اٹھاتا نہیں کوئی  
 اس کا یہ عجب ہوتا ہے مایوسی کا عالم  
 باغوں میں ہیں چھوٹے کھیں پکنک کے مزے ہیں  
 رندوں کے لئے پیسے پلانے کا ہے موسم  
 قدرت کے ہیں چاروں طرف جلوے ہی جلوے  
 سرسبزی و شادابی، اشجار کا موسم  
 ہیرات میں یاد آتا ہے غالب کا مکاں بھی  
 کہنے پہ بھی بارش کے پرستا تھا جو پیہم  
 کیا کیفیتیں اس کی بیاں ہو کے بانو  
 دل کش بھی، دل آزار بھی، ہیرات کا موسم

# برائے برائی روشنی (مجموعہ کلام)

از منظر النساء ناز

یہ محفل ہے خواتین دکن کی  
ادب کی شعور کی فکر و سخن کی  
یہ عظمت کی ہے با عظمت نشانی  
لیہے گی اس کی عظمت حیا و دانی  
ہیں سلطانہ، صبا و تاج اور ناز  
یہی اربع عناصر حبان محفل  
حبیب محفل شعور و ادب ہے  
یہ سچو یا فکر و فن کی اک ضیاء ہے  
جو ہیں فن کار اس محفل کے سالے  
ادب کے آسمان پر چاند تارے  
ہے تخلیقی سفر محفل کا جاری  
ہے تاج تیز رو باد بہاری  
ہمیشہ یہ رہے محفل شگفتہ  
دعا کرتی ہے اب یا تو سارے خستہ

# تمہیں تیرا آبِ حیات از صغیر تا کبر

(مبارکباد بہ خلوصِ قلب)

آبِ حیات "واقعی آبِ حیات ہے  
 جس کی ہر ایک بوند میں قند و نبات ہے  
 اردو زبان کی شاعری جاوڑے سامری  
 بہر بول جس کا نغمہ سازِ حیات ہے  
 غالب بہر میر، مصحفی، سودا، ولی و داغ  
 انبیا ان سبھوں میں جمیل الصفات ہے  
 انبیا کا کلام ہے حیرت و پیغمبری  
 اللہ کا یہ منظر ذات و صفات ہے  
 آزار نے لکھا تھا جو شعراء کا تذکرہ  
 وہ اسمِ باسحق ہے آبِ حیات ہے  
 ماہر نے ماہرانہ تذکرے فکر سے  
 بچوں کے واسطے لکھی آبِ حیات ہے

جس کی زبان سادہ ہے اندازہ دل نشیں  
 اُردو ادب کی جان یہ آبِ حیات ہے  
 محتاج رہنمائی ہے معصوم سا شعور  
 وہ جانتی ہیں بچوں کی جو نفسیات ہے  
 یہ محفلیں ادب کی یہ اجرائی کتب  
 جن سے زبان اُردو بقتیرِ حیات ہے  
 ماہر بنے محافلِ شعرو ادب کی جان  
 یا تو دعا یہ نذرِ شرِ کائنات ہے

## چند تاثرات بر عابدہ محبوب

عابدہ محبوب میری دوست ہیں  
 رہ چکی ہیں یہ میری شاگرد بھی  
 اہلیت ان کی ہے ایم اے بی ایڈ  
 ان کا علمی ذوق ہے نکھرا ہوا  
 ان کے مضمون میں مزاح کی عیاشی  
 یوں گھلی ہوئی ہے جوں شیر و شکر  
 یہ مصنف بھی ہیں اور مضمون نگار  
 دو کتابیں ان کی شائع ہو چکیں  
 یہ بڑی ہمدرد ہیں اعلیٰ صفات  
 خوبیاں کیا ہو سکیں ان کی بیاں  
 میری بے ہنگم تھی ساری شاعری  
 دیدہ ریزی سے اسے یک جا کیا  
 ان کی میں ممنون ہوں مشکوٰۃ ہوں  
 ہو سکے کیا ان کے احساں کا بدل  
 ہے یہی بانوئے خستہ کی دعا  
 ان کا اثر دھتا ہی رہے ذوق ادب  
 یہ رہیں با صحت و با عافیت  
 خدمتِ اردو زبان کرنی رہیں

# ”نیرنگ“ کی محفل شعوخن میں سلطانہ شرف الدین صاحبہ کی نظم ”سرگوشیاں“ سن کر

محفل نیرنگ کی تیسرنگیاں اچھی لگیں  
اس میں اپنے دوست کی ”سرگوشیاں“ اچھی لگیں  
دوست زادہ سلطانہ شرف الدین جن کا نام ہے  
فکرو حق میں اُن کے یہ سرشارِ بال اچھی لگیں  
دائیں جمہوریت ہیں فال دین قوم کو  
وعدہ فردا کی ٹھنڈی گرمیاں اچھی لگیں  
عارض گلوگوں کو ان کے چومتی تھی بار بار  
ان کے کالوں میں سنہری بالیاں اچھی لگیں  
آج ہر بیٹی کی پیدائش یہ نال ہے سماج  
دین کے سرِ دار کو تو بیٹیاں اچھی لگیں  
واقعہ ہے ایک مہندی کی پڑائی رسم میں  
کہتے ہیں زوہا میاں کو سالیاں اچھی لگیں

محفل شعرو سخن میں سامعین کی داد پر  
صرف اہل ذوق ہی کی تالیاں اچھی لگیں

باعث تسکین نہیں ہے انجمن آرائیاں  
ان کی یادوں کی حسیں تنہائیاں اچھی لگیں  
دوست کی سرگوشیوں کی آہیں  
یا تو تیری شوخیاں اچھی لگیں



# تہنیت بر اجرائی پھیل غزل کے

## (فاطمہ تاج)

فاطمہ تاج ہے اک تاج ادب، تاج سخن  
جس پر مسرور ہیں نازاں ہیں خواتین دکن

یہ ادیبہ بھی ہے، شاعر بھی ہے، فنکار بھی ہے  
اس کے افکار میں پائل کی سی جھنکار بھی ہے

کیا شگفتہ ہے نر و تازہ ہے انداز بیان  
مئے افکار سے مخمور ہیں سب پیر و جوان

”اُس پس“ اب کے برس“ اور وہ خوشبوئے غزل  
اک امانت بھی ہمیں سونپی دلا سا بھی دیا

حوصلہ دیکھئے کہ تاج نے ناول بھی لکھی  
ان کے شہ پاروں میں کچھ زیرِ طباعت ہیں کچھ

تاج نے "پھول غزل کے" جو بکھیرے ہر سو  
شاہدِ شعور و سخن کے ہلکے اٹھے گیسو

ایک اک پھول غزل کلے گلستانِ سخن  
ہوا سرسبز بہار تازہ چمنستانِ سخن

تاج خود ہی ہے غزل اور غزالِ رعنا  
تاجدارِ ادب و شعر ہے سب نے جانا

یہ دعا بانوئے خستہ کی ہے اے رتبہ جلیل  
تاج کے نوبہ نو افکار کی ہو عمرِ طویل



## عزیز النساء صبا

صبا نے "موج صبا" پر جو پایا ہے انعام  
یہ ان کا فکر ریا پر ہے اولین اقدام  
یوں ہی ٹکھڑتا رہے ان کا ذوق شعرو سخن  
بفضل ایند دی پاتی رہیں سستی انعام

برائے سیدہ نیرنگ پروگرام میں حرفِ تابندہ سن کر

قہرِ تاباں کا حرفِ تابندہ  
زخمِ دل ہو گیا تند و تازہ  
ایسے انمول مشوروں کو کاش  
کان دھر کے سنے کوئی بندہ

برائے قمر جلی ریڈیو پر مخموم نرتی پسند مخویکیں سن کر

پھر وہی آوازِ دلکش جس سے تھے کان آشنا  
گوشِ نشہ کام میں کس گھولنی پائی گئی  
غنیجہٗ دل کھل چکا فہکی مشامِ جان بھی  
روح پر احاس پر پہلے ساختہ چھاتی گئی

# براجمانی سبوجہ

از: قمبر حمالی

غم ہے غالب کے لئے ہم کو سبوجہ ہی سہی  
 یہ زمین میں ادب و علم کا غنیجہ ہی سہی  
 غنیمت کھلتے ہیں نہک اٹھتا ہے سارا انگلشن  
 ادب و شعر کی دنیا کا نرالا انگلشن  
 الف لیلیٰ کی حرم قصے تھے پہلے مرغوب  
 اور ناول بھی تھے مقبول و پسندیدہ خوب  
 دامنالوں کو بھی لکھنے کی بہت فرصت تھی  
 پڑھنے و لڑنے کو بھی پڑھنے کی بہت فرصت تھی  
 اور دنیا بھی اک افسانہ بنی ہے اب تو  
 انست و پھر سے بیگانہ بنی ہے اب تو  
 اب تو افسانے ہیں دنیا سے ادب کی قیمت  
 ناولوں سے بھی سوا ان کی ہے قدر و قیمت  
 اس سبوجہ میں قہر نے بڑی دانائی سے  
 غم کے غم گویا لٹھا ہے بڑی فن کاری سے

# بہ اجرائی رہگذارِ سخن از اطہری فضا

کلامِ اطہری کی آج اجرائی جو طے پائی  
فضائے شاعری میں اک نئی آواز لہرائی  
وہ خود بھی اطہری ہیں اور سطر ہے کلام اُن کا  
ابھرتی شاعراتِ خوش نوا میں ہے مقام اُن کا  
سناتی ہیں غزل کو جذبِ دل میں لہلہاتی ہیں  
مگر وہ سننے والوں کو بھی لے کر ڈوب جاتی ہیں  
ہے اندازِ ترنم ان کا پیارا اور بہت نیا  
اسی سے ان کے جذبِ شوق کو ملتا ہے اجیارا  
تلمذ کا شرف حاصل ہے استادِ جلیلی سے  
ملا ہے سلسلہ جس کا فصاحت کی روانی سے  
فضاء کی شاعری یک دن فضاؤں میں جو گونجے گی  
سخنِ سنجان اہل دل کو یہ یک لخت چھوے گی  
سخن کی رہگذاروں پر فضاءِ حلیتی ہے یوں ہی  
بہارِ نو کو اٹکارے تروتازہ لئے یوں ہی  
خصوصیت ہماری محفلِ شعر و ادب کی ہے  
کشش میں جاذبیت اس میں یک گونہ غضب کی ہے

# تاثرات لطیف

شاگردِ عزیزِ شاہانہ غوث

ہر ایک ایجاد میں ضمیرِ خدا کی ذات ہوتی ہے  
ہزاروں میل سے بھی اب ہوا پر تباہ ہوتی ہے

بڑے اخلاق سے ہر و محبت سے، عقیدت سے  
سلام شوق ملتا ہے قد مبکری بھی ہوتی ہے

کہاں ان کے لبِ نازک، کہاں یہ ہائے ہنسنگم  
مگر فرطِ محبت سے پذیرائی بھی ہوتی ہے

تصور ہی تصور میں دلِ ناداں کی تسکین کو  
بہت ہی گرم جو ششی سے ہم آغوشی بھی ہوتی ہے

مگر اپنی جگہ رہتی ہے قائم تشنہ کامی بھی  
طلب اور تشنگی ہی زندگی کی جان ہوتی ہے



اظہارِ مسرت و تشکر شاگردِ عزیز

## عزیزہ محبوب

دانہ دانہ پر لکھا ہوتا ہے نام  
رازِ مطلق کی جانب سے مدام

ایک تلمیذہ کے رزقِ خاص پر  
لکھ دیا کاتب نے بالو کا بھی نام

برکتیں ہوں عمر اور اقبال میں  
فیض ہو ان کا برائے خاص و عام

کس طرح ہو شکر رب کائنات  
مستند ہے شیخِ سعودیؒ کا کلام

## عزیزہ محبوب کھلے

اک عید کا گلہ دستہ ملا دل ہوا مسرور  
خوش رنگ ہے خوشبوٹے محبت سے ہے مسمور  
جو چیز ہیں ، ناچیز سمجھتے ہیں وہ خود کو  
کردار مثالی ، کبھی بوٹے نہیں مغرور

## افضل عنایت خاتون

سالِ نو کی جو یہ افضل نے سبائی محفل  
تشانِ ادب و شعر کو بھائی محفل  
یوں ہی ہر سال سبائی رہیں ایسی محفل  
ہم رہیں یا نہ رہیں جاری رہے گی محفل



# خواتین دکن

فن شعر و ادب، فکر و سخن میں  
 خواتین دکن کچھ کم نہیں ہیں  
 نہیں ہیں عظمتِ قیوم ہم میں  
 مگر محفل کی عظمت کم نہیں ہے  
 ہے سلطانہ کو شرفِ صدرِ محفل  
 یہ ہر عنوان ہیں یہ بدرِ محفل  
 اڑکین سے ترمان کم سنی سے  
 رہا ہے ربط ان کا شاعری سے  
 "محبہ" میں دیا کرتی تھیں نظموں  
 کبھی مضمون کبھی دلچپ غزلیں  
 رہیں جو فاطمہ عالم علی خاں  
 معزز معتمد ذی علم، ذی شان  
 صبا و ناز اور تاج سخن و ر  
 ہیں محفل کے بڑے سرگرم ممبر

صبا محفل کی اب جو معتقد ہیں  
 یہ شعرائے دکن میں مستند ہیں  
 صبا کے خوشگوار و نرم جھوٹے  
 مگر فکر سخن کے گرم جھوٹے  
 کہ جن سے غنیچہ نو کھل رہے ہیں  
 خزاں کے خشک پتے ہل رہے ہیں  
 جو ہیں فن کار اس محفل کے سالے  
 ادب کے آسماں پر چاند تالے  
 سجاتی ہے ان ہی کی فکر پیہم  
 نگار شاعری کی زلفا برہم  
 خوش اخلاقی بھی اخلاص و محبت کا  
 ہے محفل کی یہ شائستہ روایت  
 ہے اتحاد میں طاقت بھی قوت  
 نہیں ہے اس سے بڑھ کر کوئی دولت  
 کئی برسوں سے یہ محفل ہے قائم  
 الٰہی یہ رہے سرسبز و دائم  
 ملے درجہ اسے اعلیٰ سے اعلیٰ  
 ہے اردو زباں کا بولی بالا

# بنامِ ہمانانِ ذی شان

[سلطانہ، سلیم، تاج اور صبا]

آئے گھر میرے محبانِ عسفر  
 برق سی اک جھلکا کر رہ گئی  
 کر سکی افسوس کچھ خاطر نہ میں  
 بس خوشی سے بوکھلا کر رہ گئی  
 خوش نصیبی تھی، یہ حسنِ اتفراق  
 جان میں حبانِ آئی آ کر رہ گئی  
 چند لمحوں کے لئے کچھ دیر تک  
 زندگانی مٹا کر رہ گئی  
 خوش کلامی ان کی سن پائی نہ میں  
 بات بات میں اپنی سنا کر رہ گئی  
 اب بہت پچھتا رہی ہوں بھول پر  
 اک خلش سی دل پہ چھا کر رہ گئی

## حالاتِ حاضرہ

کیا اسی کا نام ہے جمہوریت اے دوستو  
 دن کو آفت، رات کو آخر شماری ہائے ہائے  
 ہر کلی افسردہ، ہر اک پھول مرجھایا ہوا  
 کیسی نجات کی ٹھٹھا گلشن پر چھائی ہائے ہائے  
 ایک مٹی سے بنے ہیں ایک ہی ہے رنگِ نگوں  
 پھر بھی خونِ آشامیاں، خونخواریاں سی ہائے ہائے  
 قوم اور ملت کے جھگڑے آئے دن ہونے لگے  
 اب رواداری ہوئی رخصت ہماری ہائے ہائے  
 وہ زمانہ کیا ہوا، ہمدردیاں وہ کیا ہوئیں  
 مسلم و ہندو بہم تھے بھائی بھائی ہائے ہائے  
 کتنے پانی میں بہتے کووٹر دیکھتا کوئی نہیں  
 ہے فقط جمہوریت مردم شماری ہائے ہائے  
 یہ کرپشن کی وبا، اور زرپرستی کا جنون  
 ان دنوں گریاں ہے اس سے قوم ساری ہائے ہائے  
 رہنما اے قوم کو بانو ہے اب فرصت کہاں  
 کیا کریں مخلوق کی خدمت گزار ہائے ہائے

# نہیں دیکھی جاتی

امن کا دور تھا شاہانِ سلف کا کیسا  
آج طاغوتی حکومت نہیں دیکھی جاتی

نقد کتنی ہے رسم، ماں غنیمت کتنی  
لڑکی والوں کی شرافت نہیں دیکھی جاتی

آئے دن جھٹے جھٹے کرنے ہیں قصے دل سوز  
زر پرستوں کی تشقاوت نہیں دیکھی جاتی

جس میں ہو مد نظر اپنا مفاد ذاتی  
ایسی خود غرض قیادت نہیں دیکھی جاتی

کام اچھا کہ بُرا پل میں نکل جاتا ہے  
یہ کرپشن کی کرامت نہیں دیکھی جاتی

بے جا اسراف فقط نام کی شہرت کے لئے  
اہل زر کی یہ حماقت نہیں دیکھی جاتی

اعلیٰ ڈگری ہو تو پھر مانگ بھی ارفع، اعلیٰ  
سائنسوں کی یہ سیاست نہیں دیکھی جاتی

جس میں دوشرس کی گنتی ہے بقول اقبال  
ان میں گنتی ہے فراست نہیں دیکھی جاتی

آج کرسی پر جو ہیں کل وہ حوالات میں ہیں  
روز کی تنازعہ سیاست نہیں دیکھی جاتی

کھول کر غیر مالک ہیں ہزاروں کھانے  
کہتے ہیں ملک کی غربت نہیں دیکھی جاتی

اک نہ اک دن تو سنبھل جائیگی دنیا بانو  
جھٹ جھٹ سے یہ حالت نہیں دیکھی جاتی

## بروفات سید لطیف الدین قادری ایڈیٹر پٹنہائے دکن

تاریخ وفات : ۲۰ جنوری ۱۹۸۴ء در دہلی  
تذکین : ۲۱ جنوری ۱۹۸۴ء بہ درگاہ حضرت مولیٰ قادری

## تذکرہ عقیدت

لطیف سوئے جاناں بالطافت رُوحش  
زء دارِ فانی بہ دارِ البقائے بیدار رفت  
گذشت گریہ کنناں ساکنانِ عالم را  
وے بہ حسنِ عملِ مہمّین و خنداں رفت

# بھائی محمود علی بھال

(مقیم کراچی، پاکستان کی آواز فون پرسن کر۔)

جب فون پر ایک لخت سنی بھائی کی آواز  
 دل فرط مسرت سے اٹھا جھوم، بعد تاز  
 محمود کون ! آپ نے پہچانا یا نہیں  
 خلف رشید محبوب و منصور کے جو ہیں  
 بہتوں کے، دوستوں کے رفیق و شفیق ہیں  
 یہ اسم بامسمیٰ ہیں، بے حد شلیق ہیں  
 ماشاء اللہ ہیں بہتوں میں یہ ایک ہی تو بھائی



ماہرِ امرِ امنِ قلب ڈاکٹرِ سدھیر نائک کے نام

## ناترا تِ لطیف

خوش اخلاقی و سنجیدہ تبسم، نرم گفتاری  
 شرافت، مستحکم، شائستگی انسانیت پروردی  
 یہ سب اوصاف پاۓ جاتے ہیں سدھیر نائک میں  
 یہ ہیں قدرت کا شبہ کارِ حسین، صورت میں، سیرت میں  
 خوش اخلاقی معالج کی مریضوں کے لئے نائک  
 یہ نائک مفت ہی تقسیم کرتے ہیں سدھیر نائک  
 الہی عمر میں اقبال میں ان کے ترقی ہو  
 مریضوں کے لئے ان کا عمل و جہر تسلی ہو

# وقت بھائی

کے لئے مفلک بھول جانے پر



صفیہ کی فون پر سنی آواز دل گشت  
 چھوٹے حضرت کا لفظ سماعت کو چھو گیا  
 کتنی مٹھاس بول میں ننھی، کتنا پیار تھا  
 دل میرا جانتا ہے کہ کتنا خلوص تھا  
 بھائی سے پھر دوبارہ ملاقات ہو گئی  
 جی خوش ہوا، وقار، بہن کا بھی بڑھ گیا  
 مفلک کی بھول بھی یہ بڑے کام کی تھی چیر  
 جس نے یہ باز دید کا موقع ہمیں دیا  
 غالب کا قول یاد ہمیں آگیا ہے آج  
 ”تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہئے“

# لقمان کی نصیحتیں بیلے طے کے نام

یہ سب سے پہلی نصیحت ہے یاد رکھنا اسے  
 خدا کی ذات میں شرکت کبھی کسی کی نہ ہو  
 ہر اک گناہ کو اللہ معاف کر دے مگر  
 معاف ہو نہیں سکتا گناہ شرک کبھی  
 نہ دور کر چلو بھائی، نہ سنت ہو رفتار  
 میانہ چال ہے بہتر، اسی میں عزت و وقار  
 یہ اک حدیث ہے غیر الامور اوسطہا  
 ہر ایک کام میں ملحوظ ہو میانہ روی  
 کبھی بلند صدا ہو نہ بات کرنے میں  
 ہمیشہ نرمی و شائستگی رہے ملحوظ  
 ہے فرض اولیں ماں باپ کی اطاعت بھی  
 مگر نہ شرک میں ان کی کوئی اطاعت ہو  
 خلوص قلب سے اخلاق سے ہر اک سے ملو  
 نہ اس میں بغض ہو شامل نہ کینہ پر دازی

ہستی کسی کی اڑاؤ نہ بات کرنے میں  
 نہ عیب جوئی اشارہ سے بھی کسی کی ہو  
 مہیبتوں پہ سدا بہہ صبر و شکر لازم ہے  
 یہی اطاعتِ حق ہے، خدا کی خوشنودی

لفیعتیں یہ ہیں تقاضا کی سبھی کے لئے  
 قرآنِ منہج فیضان ہے سبھی کے لئے



## ایک دوست کا غلط مہلتے پر

بعد اک زمانہ اُن کی تحریرِ نظر آئی  
 ظلمتِ کدہ دل میں تنویرِ نظر آئی  
 ہر نقشِ کہن اُبھرا، جذبات نے کروٹ لی  
 معصوم کسی سہیلی کسی تصویرِ نظر آئی

## دیپاولی

آج خوشیوں کا درجے وا ہو گیا  
آگئی تازگی دل کا غنچہ کھلا

یک بیک آرزوؤں کی دنیا لئے  
جاگ اٹھیں رنگیں چشم بینا لئے

دل ملے، ہو گئیں خط میتیں ہر طرف  
جگ مگانے لگے دیپ چاروں طرف

یہ دعا ہے کہ اے مالکِ دو جہاں  
ہو کرم سے سدا تیرے امن و اماں

اب یوں ہی دیپ الفت کے جلتے رہیں  
اور ہم سیدھی راہوں پہ چلتے رہیں

# پالتوی نشانی کی موت پر

میری شانتی تو میری حبان تھی  
 میری جان تھی تو میری آن تھی  
 جو میں گھر کو آتی کہیں سے کبھی  
 خوشی سے تو آتی سدا دوڑتی  
 مرے پاؤں پر لوٹ جاتی تھی تو  
 مرے پیار کی گویا پیاسی تھی تو  
 کبھی ایک لمحہ نہ ہوتی جدا  
 میرا سایہ بن کر رہی تو سدا  
 میری حبان لبوا جو تنہائی تھی  
 بچھ ہی سے میری بس شناسائی تھی  
 کبھی ہاتھ پر سر چھکانی تھی تو  
 کبھی پاؤں پر لیٹ جاتی تھی تو

کبھی کوئی برتن گرا پتی نہ تھی  
 گرا کر کوئی چیز کھائی نہ تھی  
 کھلاتی تھی میں ہاتھ سے خود کچھ  
 بڑے شوق سے تیرا برتن سینے

## حادثے

انفرادی قتل و خوں جب بڑھ گیا  
 اجتماعی حادثے ہونے لگے  
 آدمی جب خون کا پیا سا ہوا  
 وحشیانہ معرکے ہونے لگے  
 جب دلوں میں نفرتیں بڑھنے لگیں  
 درمیان میں فاصلے ہونے لگے

آرائشِ دنیا کے ہیں سامان بہت  
 ہر لحظہ نئی خواہشیں ارمان بہت  
 ہے دور ترقی میں میسر ہر چیز  
 کیا یہ بھی سنا ہے کہ ہیں انسان بہت

دنیا بنی، ہر عیش کا سامان بنا  
 ہر مرض کا، ہر درد کا درمنا بنا  
 تخلیق کو آدم کی ہیں صدیاں گزریں  
 اب تک نہ مگر آدمی انسان بنا

آدم ہوئے بد نام بنی آدم سے  
 کیا کیا نہ ہوئے کام، بنی آدم سے  
 اس ظلم و تشدد سے اماں مانگتا ہے  
 شیطان بھی ہر گام، بنی آدم سے



کچھ لوگ تمنائے زر و مال میں خوش ہیں  
 کچھ لوگ تماشائے خد و خل میں خوش ہیں  
 دنیا میں یہی لوگ نظر آتے ہیں بد حال  
 خوش حال ہیں وہ لوگ جو ہر حال میں خوش ہیں

جاہا تھا کہ ہر ایک کے کام آؤں میں  
 ہر شخص کے دکھ و درد کو اپناؤں میں  
 افسوس کہ کچھ کمر نہی سکی دنیا میں  
 مالک مرے کیا منہ تجھے دکھلاؤں میں

روتی ہوئی میں آئی تھی دنیا میں تری  
 ہنستی ہوئی جاؤں یہ تمنا ہے میری  
 ہنسنے تجھے سبھی لوگ مرے رونے پر  
 اب اُن کو رلاؤں یہ تمنا ہے میری

دُنیا میں ہر اک کام تو آسان ہوا  
 اب تک نہ مگر آدمی انسان ہوا  
 بڑھتی ہی چلی علم سے آشفۃ سری  
 انساں نہ بنا آدمی شیطان ہوا



دولت کے پُجاری ہیں بہت دُنیا میں  
 شہرت کے بھکاری ہیں بہت دُنیا میں  
 بسے کے لئے جان لیں اور جان بھی دیں  
 شیطان کے حواری ہیں بہت دُنیا میں



ماضی کی روایات کا دل شاد رہا  
 جو دردِ تنہا رشتوں کا وہ آباد رہا  
 نعلیم بھی پائی تو وہی سانس رہی  
 داماد کو اٹا بھی تو داماد رہا



ہر شخص پریشان نظر آتا ہے  
 حالات پہ حیران نظر آتا ہے  
 انسانیت کا نام نہیں انساں میں  
 ظاہر میں وہ انسان نظر آتا ہے



اخبار کے پڑھنے سے لرز جاتا ہے دل  
 حالات کے ہنگاموں سے گھبراتا ہے دل  
 بھم کے ہیں دھماکے، کہیں قتل و خوں ہے  
 اس "احسن تقویم" سے شرما تا ہے دل



جو لوگ اخوت کو مٹا دیتے ہیں  
 تخریب کے شعلوں کو ہوا دیتے ہیں  
 انسان انھیں سمجھے کوئی کیونکر ہو  
 تہذیب کے خرمین کو حبلہ دیتے ہیں



تند پیر کا چپارہ بھی بہت کافی ہے  
 تنگے کا سہارا بھی بہت کافی ہے  
 نادان کو سمجھانے سے کیا حاصل  
 عاقل کو اشارہ ہی بہت کافی ہے



ہر روز ہی قتل و خون اللہ اللہ  
 یہ دور بھی کیا دور ہے اللہ کی پناہ  
 جمہوریت کا یہ جنوں اللہ اللہ  
 لا حول ولا قوۃ الا باللہ



مجھل جانے کی جو ٹہری تو نشانی کیسی  
 کوئی افسانہ کہاں، کوئی کہانی کیسی  
 جب نہیں کاتبِ تقدیر سے شکوہ کوئی  
 پھر یہ فریاد، یہ آشفۃ بیانی کیسی



نہ تھا بالوہیں کوئی فن نہ کوئی شخصیت اس کی  
 مگر ارباب فن ثابت ہو گئے ہیں دیدہ و رائیے  
 صفی کا قول صد فی صد یہ صادق آ گیا جن پر  
 بنائے والے آئینہ بنالینے ہیں پتھر سے

کہا تھا داغ نے ہندوستان میں  
 بہت ہی دھوم ہے اردو زبان کی  
 اگر وہ آج ہوتے تو یہ کہتے  
 جہاں میں دھوم ہے اردو زبان کی

ہر صبح کہیں لاش پڑی ملتی ہے  
 ہر شام کوئی فتنہ کھڑا ہوتا ہے  
 جو "احسن تقویم" یہ انسان بنا  
 اب "اسفل سافل" ہیں گرا ملت ہے

باتو کو اس کا غم نہیں کہ دنیا نہیں ملی  
 شکر خدا کہ دولت ایمان مل گئی  
 اس کی خدا شناسی میں کچھ شک نہیں رہا  
 جس آدمی کو نقص کی پہچان مل گئی  
 کیا اور چیلہ بیٹے سے سرمایہ حیات  
 جب سر زمین سرور ذی شان مل گئی  
 خوش رخت ہے وہ ذکر خدا اور رسول کی  
 توفیق جس کو ہر گھڑی ہر آن مل گئی

نشاط شعر و سخن اور ذوق علم و ادب  
 یہ توفیق تو بشری دکشا لگے ہے مجھے  
 بسکے پھول یہ شعر و سخن کی محفل میں  
 شکوہ کاری باد صبا لگے ہے مجھے  
 نہ جینے حشر میں کیا ہو موافقہ نا تو  
 یہ زندگی بھی یہاں اک سزا لگے ہے مجھے



جو اپنے علم سے پہونچا فلک تک انسان  
زمین پہ اپنے مسائل نہ کر سکا آسان  
ہے روز افزوں یہاں علم کی فراوانی  
مگر عمل کا پتہ ہے نہ آگہی کا نشان  
ہے گویا ایسی ترقی، ترقی معکوس  
چلا ہے دورِ جہالت کی سمت ہر انسان



دل میرا پہلے تو اس نے لے لیا  
پھر کہا ہنس کر میرے کس کام کا  
سچ کہا، ٹوٹا ہوا، پھوٹا ہوا  
یہ دلِ ناکارہ ہے کس کام کا



کوئی عہدہ نہیں ایسا جسے تم حل نہ کرو  
دوستو وقت کا فاتح بھی اک پل نہ کرو  
آج تک کونسا وعدہ کیا تم نے پورا  
کل کا وعدہ نہ کرو، چپ رہو کل کل نہ کرو